www.wilayattimes.com

ہفت روزہ

WILAYAT TIMES

ولایت ٹائمز

سرینگر

اللہ کی ولایت مومنین اور متقین پر ھے وہ انھیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا ھے

جلد:2☆شمارہ نمبر:42☆تاریخ:11اکتوبر تا18اکتوبر2016ء بمطابق 9محرم تا16محرام1438ھ☆صفحات:12

حقیقی عزادار

سید ماجد رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزاداری کے لغوی (Dictionary) معنی ہے ماتم یا سوگ کرنا۔ اور جو یہ ماتم یا سوگ برپا کرے گا اسکو عزادار کہتے ہیں، عزاداری کے اصطلاحی (Terminological) معنی ہے سید الشہداء امام حسینؑ و شہدائے کربلا کی یاد میں رونا، ماتم کرنا، نوحہ خوانی، مرثیہ خوانی، سینہ زنی وغیرہ انجام دینا۔ یہ عزاداری با مقصد ہوتی ہے اور مقصد قیام امام حسینؑ تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ عزاداری اس قربان گاہ کی یاد کا ذریعہ ہے جہاں اللہ کے ایک مخلص بندے نے انسانیت و دین خدا کی بقاء کے لئے اپنا سارا گھر لٹا دیا اور دین حق کی بقاء و دوام کا انتظام کر دیا۔ شہدائے کربلا کی یاد، جذبہ ایثار و قربانی کی تربیت گاہ اور بقائے دین الٰہی کی ضمانت ہے۔ یاد دہانی نفسیات کے صالح و صحت مند تربیت کا بہترین ذریعہ ہے اور اس سے بشری ذہنوں کی اصلاح و تربیت میں بہت بڑا حصہ حاصل رہا ہے۔

عزاداروں کی دو قسمیں ہیں رسمی عزادار اور حقیقی عزادار، رسمی عزادار وہ ہوتا ہے جو عزاداری کو آباء و اجداد سے ملی ہوئی رسم کے طور پر انجام دیتا ہے اور ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتا ہے اور ایام عزا ختم ہونے کے ساتھ ہی "الوداع یا حسینؑ" کہتا ہے اور رسم و رواج میں مست مزاج خانقاہی میں محو ہوتا ہے اور فلسفہ عزاداری سے بے خبر ہوتا ہے۔ حقیقی عزادار عزاداری کو رسم آباء و اجداد نہیں سمجھتا ہے بلکہ سنت ائمہ معصومینؑ جان کر اور جناب زینبؑ کے نقش قدم پر چل کر عزاداری انجام دیتا ہے عزاداری کو ظالم اور نظام طاغوت کے خلاف ایک اسلحہ سمجھ کر انجام دیتا ہے جس سے نظام طاغوت لرز اٹھتا ہے اس کی عزاداری امام وقت کے دستور کے مطابق ہوتی ہے۔ عزاداری صرف نقل واقعات اور بیان داستان نہیں ہے بلکہ یہ تربیت اور تعلیم کی اوپن یونیورسٹی (Open University) اور عظیم درسگاہ ہے۔ شہداء کربلا کی عزاداری خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے بیزاری اور نبی و اہلبیتؑ سے اظہار محبت و عقیدت کا بہترین ذریعہ ہے ذکر شہدائے کربلا دلوں کو حرارت بخشتی ہے انسان کو حقیقی مجاہد بنا کر باطل سے لڑنے کا حوصلہ بخشتی ہے، حسینی باطل کے سامنے سر نہیں جھکاتا کیونکہ امام حسینؑ کا ذکر کرنے سے روح، روح حسینؑ سے متصل ہوتی ہے حضرت سید الشہداءؑ کی عزاداری مسلسل حق اور اہل حق کی حمایت و نصرت اور باطل سے نفرت و بیزاری کا اعلان ہے اس تذکرہ میں اخلاق اور انسانیت کے وہ اعلیٰ نمونے نظر آتے ہیں جس کی کوئی مثال نہیں۔ البتہ ایک بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ ملک کے حالات اور تعلیمی نظام (Educational System) اور نوجوانوں کی صلاحیت و موجودہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مقررین و ذاکرین کی زبان (انداز بیان) میں اور سامعین کے قبول کرنے کی صلاحیتوں میں چندان فاصلہ پیدا کر دیا ہے جس سے نئی نسل بات سن کر مفہوم تو نکال لیتی ہے مگر مقصد تک نہیں پہونچ پاتی ہے۔ مبلغین و ذاکرین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عزاداری اور منبر کے وقار و تقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی منطقی زبان استعمال کریں جس سے فلسفہ عاشورہ سامعین اور خاص کر نئی نسل کو سمجھا جائے تاکہ افادیت اور تاثیر میں کافی حد تک اضافہ ہو جائے گا۔ ذکر شہدائے کربلا کے ساتھ وقت کے تقاضوں کو بھی مد نظر رکھا جائے، مغربی اور غیر مغربی ممالک سے تہذیبی جارحیت سے پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل کو بھی بیان کیا جائے فکری، علمی، اور دینی مشکلات کا عملی حل پیش کیا جائے تو نئی نسل کی تربیت پر اچھا اثر پڑے گا اور انکے لئے زندگی کی صحیح سمتیں واضح و روشن ہو جائیں گی اگر عزاداری سے فلسفہ عزاداری کو الگ کیا جائے تو یہ عزاداری بے روح ہوگی۔

رہبر معظم سید علی خامنہ ای (مدظلہ) فرماتے ہے "یہ مجالس یہ عزاداری یہ یاد حسینؑ اور یہ یاد عاشورہ خدا کی نعمتوں میں سے ہیں انکی قدر جانیں۔ کربلا عزاداروں کے اذہان و افکار کی تربیت کا سرچشمہ حیات ہے۔ کربلا تمام تحریکوں کا سرچشمہ ہے چاہے وہ تحریک امام راحل امام خمینیؒ نے چلائی جس انقلاب اسلامی نے ایران کا ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔ امام خمینیؒ اکثر کہا کرتے تھے "ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے کربلا اور عزاداری کی بدولت ہے" ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت میں جو بھی تحریک چل رہی ہے انکا منبع (Origin) کربلا ہے۔ یا وہ تحریک جو فلسطین، یمن یا ہماری وادی کشمیر جنت بے نظیر میں چل رہی ہے۔ کربلا حق و باطل کے معیار کی جدائی کا دن ہے۔ حضرت امام حسینؑ اور یزید کے درمیان جنگ ذاتی یا خاندانی نہیں تھی بلکہ دو نظریات کا تصادم تھا ایک اسلامی نظریہ اور ایک طاغوتی نظریہ کا۔ رسمی طور یزید اور حامی یزید بھی عبادات نماز، روزہ، حج وغیرہ انجام دیتے تھے، لشکر یزید میں قرآن کے حافظ اور قاری بھی شامل تھے۔ جب یزید نے امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو امام حسینؑ نے نورانی کلمہ کہا "مثلی لا یبایع مثلہ" (کلمات امام حسینؑ ص ۲۸۳) یعنی "مجھ جیسا تم جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا" جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ لڑائی دو کرداروں کی لڑائی تھی اور تا روز محشر تک رہے گی ہر دور میں یزید، عمر سعد، شمر جیسے انسان ابھرتے رہیں گے اور حسینی کردار والے بھی انکا مقابلہ کرتے رہیں گے۔

> کربلا عزاداروں کے اذھان و افکار کی تربیت کا سر چشمہ حیات ھے ۔ کربلا تمام تحریکوں کا سر چشمہ ھے چاہے وہ تحریک امام راحل امام خُمینیؒ نے چلائی جس انقلابِ اسلامی نے ایران کا ھی نہیں بلکہ پوری دُنیا کا نقشہ ھی بدل ڈالا ۔ امام خُمینیؒ اکثر کہا کرتے تھے " ھمارے پاس جو کچھ بھی ھے کربلا اور عزاداری کی بدولت ھے " ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت میں جو بھی تحریک چل رھی ھے انکا منبع (Origin) کربلا ھے ۔ یاوہ تحریک جو فلسطین ، یمن یا ھماری وادی کشمیر جنتِ بے نظیر میں چل رھی ھے۔ کربلا حق و باطل کے معیار کی جُدائی کا دن ھے ۔

حقیقی عزادار کے اوصاف

حقیقی عزادار فلسفہ عزاداری سے واقف ہو کر رسم و رواج، اور گروہ بندی فکر سے اور تنظیموں سے بالاتر ہو کر اپنے آپ کو امام وقت کے سپرد کر کے روح حسینؑ و کردار حسینؑ سے وابستہ ہو کر دین اسلام کی بقاء کے خاطر عزاداری انجام دیتا ہے، رزم شبیری برپا کرتا ہے۔ جس عزاداری سے وقت کا یزید لرزتا ہے یہ عزاداری زینبیؑ عزاداری ہوا کرتی ہے۔

☆ حقیقی عزادار اپنی بستی، محلہ، علاقہ میں کردار و گفتار میں نمونہ عمل ہوتا ہے۔ اپنے وہ دوسرے بھی اسکے کردار سے متاثر ہوتے ہیں۔

☆ حقیقی عزادار انسانیت، دین اور ائمہ معصومینؑ کے بارے میں دائمی نگاہ سے سوچتا ہے اور اپنے زمانے کے حالات سے واقفیت کی بنا پر اپنے زمانہ میں موجود ان تمام شیطانوں اور اللہ کے دین کے دشمنوں کو جو انسانوں کی ابدی سعادت و خوش بختی کی راہ میں رکاوٹ ہوتے ہیں ان رکاوٹوں کو راستے سے ہٹانے کے لئے وہ انکا مقابلہ شروع کر دیتا ہے۔

☆ حقیقی عزادار کبھی بھی ان لوگوں میں شامل نہیں ہوتا جو اپنے امام کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔

☆ حقیقی عزادار کو اچھی طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم کے سامنے امام زمانہ کے بارے میں جوابدہ ہونا ہے اسلئے اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس سے کسی کا انتظار نہیں رہتا ہے وہ کسی گروہ، پارٹی یا تنظیم کے منتظمین کا منتظر نہیں رہتا ہے وہ اکیلے ہونے کے باوجود امام زمانہ کے لئے راہ ہموار کرتا ہے اور حقیقی منتظر امام زمانہ (عج) کے صف میں شامل ہونے کے لئے ہمہ گیر کوشش کرتا رہتا ہے۔

☆ حقیقی عزادار اپنے امام وقت کو تنہا نہیں چھوڑتا ہے۔ عزاداری کے پیغامات اور اسباق سے پوری طرح واقف ہوتا ہے خون امام حسینؑ کے سوداگروں، پیشہ وروں، عزاداری کے نام پر اپنے مفادات حاصل کرنے والوں سے باخبر ہو کر ان کے خلاف عملی اقدامات کرتا ہے۔

☆ حقیقی عزادار امام حسینؑ اور امام زمانہ (عج) کے دشمنوں سے اپنے قلبی نفرت کا اظہار کرتا رہتا ہے اور اپنے عمل سے حقیقی عزادار ثابت ہونے کی مکمل کوشش کرتا رہتا ہے نہ کہ جوشیلے نعروں سے۔

☆ حقیقی عزادار امام زمانہ (عج) سے وفاداری اور محبت میں اتنا مستحکم اور ثابت قدم رہتا ہے کہ وہ ہر مصیبت اور بلا کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اس نے مصائب و مشکلات کے عاشقانہ استقبال کا سبق امام حسینؑ اور ان کے اصحاب باوفا سے سیکھا ہے۔

☆ حقیقی عزادار ظلم پر روتا بھی ہے اور ظالم کے خلاف آواز بھی بلند کرتا ہے مردہ یزید پر لعنت بھی بھیجتا ہے اور زندہ یزید، (یزیدی کردار) کے خلاف بھی آواز اٹھاتا ہے خانقاہیت سے نکل کر رسم شبیری انجام دیتا ہے۔

☆ حقیقی عزادار اپنے امام وقت کو کبھی بھی کوفیوں کی طرح تنہا نہیں چھوڑتا ہے بلکہ امام کے صدائے استغاثہ "ھل من ناصر ینصرنا" پر ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ اور کبھی بھی الوداع نہیں کہتا ہے بلکہ اسکے زبان پہ ہمیشہ یہی نعرہ ہوتا ہے لبیک یا حسینؑ لبیک یا امام۔

☆ حقیقی عزادار زمانے کے یزیدی کردار (امریکہ و اسرائیل) کے خلاف نعرہ آزما حسینی کردار (مقام معظم رہبری و سربازان اسلام) کو تنہا نہیں بلکہ زمانہ غیبت میں نائبین کی اطاعت بجا لا کر دشمن کی ناک کو زمین پر رگڑ کر تمام اسلام کش منصوبوں کو ناکام بناتا ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

مقالہ نگار ماگام بڈگام کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں اور دانشگاہ کشمیر میں زیر تعلیم ہیں۔

باطل پر حق کی فتح!

سرکارِ شہادت حضرت امام حسینؑ نے ریگزارِ کربلا میں اپنی اور اپنے احباب واقارب کی قربانی پیش کرکے اسلام کے سرسبز و شاداب گلستان کو پژمردہ ہونے سے بچایا۔ امام عالیمقام نے یزید پلید کی بیعت سے صاف انکار کرکے رہتی دنیا تک یہ مثال قائم کی کہ حق کبھی باطل کے سامنے سرِتسلیم خم نہیں کرسکتا۔ حق، باطل کی طاقت سے کبھی مرعوب نہیں ہوسکتا۔ حق باطل کی ظاہری شان و شوکت اور ٹھاٹ باٹ سے متاثر نہیں ہوسکتا۔ حق باطل کی تیغ و تفنگ کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ و جرأت رکھتا ہے اور حق کو باطل کی چکا چوند روشنی کبھی خیرہ نہیں کرسکتی۔

یزید کافر حکمران کی حیثیت سے نہیں بلکہ خلیفہ امت مسلمہ کی حیثیت سے حضرت امام حسینؑ کے مقابلے میں آیا۔ یزیدی فوج کے بڑے بڑے سپاہ سالار، قاری قرآن اور ائمہ جمعہ و جماعت بھی تھے۔ وہ امام حسینؑ کی انکارِ بیعت کو خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت سے تعبیر کرتے تھے۔ قتلِ حسینؑ کو فتحِ اسلام سمجھتے تھے۔ عمر سعد یہ کہہ کر اسلامی ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہا تھا کہ حسینؑ کو جلدی قتل کرو نماز کا وقت قریب ہو رہا ہے۔ ایسے ماحول میں حضرت امام حسینؑ نے حق و باطل کے درمیان خطِ فاصل کھینچا۔ باطل پر حق کا رنگ چڑھانے کی مذموم چالوں کو ناکام کیا۔ باطل کے چہرے سے منافقت کے پردے کو ہٹایا۔ حق کے آفتاب کو روشن کیا۔ باطل کی غلاظت کو عریاں کیا۔ باطل کے حق نما منصوبوں کو بے نقاب کیا۔

عصرِ حاضر میں بھی ہزاروں عمر سعد جیسے تحریباں اور سخن راں نام نہاد مورخین و محدثین یزید پلید کو بے گناہ بلکہ خلیفہ اسلام کے طور پر پیش کرنے کی مذموم کوششیں کر رہے ہیں۔ یزید کے حق میں کتابیں تحریر کر رہے ہیں۔ یزید کو لعنت اللہ علیہ کے بجائے رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار دے رہے ہیں اور نواسۂ رسول و جگر گوشہ بتول حضرت امام حسینؑ کو باغی قرار دے رہے ہیں یہاں تک کہ واقعہ کربلا کو جھٹلانے کیلئے اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا رہے ہیں۔

لیکن .... حضرت امام عالیمقام کی درخشندہ و تابندہ شہادت کے سامنے باطل کے تمام تر منصوبوں کی حیثیت ہی نہیں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ باطل اپنے تمام کوششوں و ہتھکنڈوں کے باوجود روز بروز ذلیل سے ذلیل تر ہو رہا ہے جبکہ حق روشن سے روشن تر ہو رہا ہے۔ دنیا کے تمام اہلیانِ حق بلا لحاظ مذہب و ملت حضرت امام حسینؑ کو اپنا آئیڈیل تسلیم کرکے حریت آموز ہے جبکہ دنیا کے تمام باطل پرست قوتوں پر یزیدیت کا داغ نمایاں ہے۔

وسیم رضا (مدیرِ اعلیٰ ولایت ٹائمز)

حسینیؑ اسلام و یزیدی اسلام میں فرق؟

دشمنت کشت ولی نور تو خاموش نشد — آری آن جلوہ کہ خاموش نشود نور خداست

جیسے جیسے دنیا کے علم و شعور میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، اہداف کربلا کی تبلیغ اور پیغامِ کربلا کو عملی کرنے کی ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اکیسویں صدی کی ایک دردناک حقیقت یہ ہے کہ اس صدی میں انفارمیشن ٹیکنالوجی، میڈیا و سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس کے مختلف وسائل موجود ہونے کے باوجود اہداف کربلا اور پیغامِ کربلا کی اس طرح سے ترویج و اشاعت نہیں کی گئی جس طرح سے وقت تقاضا اہم سے کرتا ہے۔ پیغمبر آخر الزمان (ص) کے ماننے والوں کی اس سستی اور غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یزیدیت کی کوکھ سے جنم لینے والی ناصبیت و تکفیریت نے دینِ اسلام کے خلاف سرد جنگ کا آغاز کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے اوپر اسلام کا لیبل لگا کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوگئے، یزید کو رضی اللہ اور امام حسین کو نعوذ باللہ باغی اور باغی کہا جانے لگا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ صدی میں اس غیر انسانی فکری تحریک سے سینکڑوں سادہ لوح مسلمان متاثر ہوئے اور جو لوگ ان کے جال میں براہِ راست نہیں آئے، ناصبیت نے ان کے سامنے کربلا کو اس طرح مسخ کرکے پیش کیا کہ وہ لوگ انہیں پیغمبر کے حقیقی وارث و اسلام کے محافظ سمجھنے لگے جبکہ کچھ نام نہاد علماء نے فتوے جاری کئے اور انہیں مجاہدین کے القاب سے نوازا۔

گویا جو ہر ملعون سلمان رشدی کے قلم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اگلا تھا وہی نواسہ رسولؐ کے خلاف اگلا جانے لگا۔ پوری دنیا میں خصوصاً عراق، افغانستان، سعودی عرب، ہندوستان اور پاکستان میں ایسے تجربے کیے گئے، بصیرین اور صحافی حضرات جنہوں نے بھی کربلا کے بارے میں تحقیق ہی نہیں کی تھی، انہیں ناصبیت نے غیر مصدقہ تحریری مواد اور فرضی معلومات فراہم کرکے شعوری و غیر شعوری طور اپنے حق میں استعمال کیا، کئی وڈیو چینلز سے کبھی دبے الفاظ میں اور کبھی کھلم کھلا یزید کی تعریف اور امام حسین (ع) پر تنقید کی اور دینِ محمدی کو حیات بخشنے والے واقعہ کربلا کو مشکوک بنانے کی مذموم شیطانی کوشش کی، اس سے بڑی مظلومیت مسلمانوں کیلئے اور کیا ہوسکتی ہے کہ یہ لگام فرقہ ہم کو نیا اسلام سکھا رہے ہیں۔

آج کے دور میں اگر کوئی منصفِ نواسہ رسول امام حسینؑ کی توہین کرتا ہے، کوئی چینل یزید پلید کی تعریف کرتا ہے، کوئی صحافی تکفیریوں کی دہشتگردی کو جہاد قرار دیکر دہشت گردوں کو امام حسین (ع) کا وارث قرار دیتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں تک امام حسین (ع) تو پہنچا ہے پیغامِ حسین (ع) نہیں پہنچا، اب یہ ذمہ داری ہے ان تمام مسلمانوں کی وہ خواہ شیعہ ہوں یا سنی کہ وہ ناصبیت کو بے نقاب کرنے کیلئے پیغامِ کربلا کو عام کریں۔ تحریک کربلا پر لکھیں، کربلا کے بارے میں کتابیں پڑھیں، تنہائی کے لحاظ میں کربلا سوچیں، اپنی محافل میں کربلا کو موضوع بنائیں اور اپنی عملی زندگی کو مقاصدِ کربلا سے ہم آہنگ کریں۔۔۔۔

آج اسلامی دنیا میں اہداف کربلا کے گم ہوجانے کا اہم سبب وہ دانشمند، خطباء اور ادباء ہیں جنہیں حسین ابن علی (ع) کی برکت سے علم کا رزق، افکار کا نور، قلم کی بلاغت، زبان کی فصاحت اور بیان کی طاقت تو مل جاتی ہے لیکن وہ پیغامِ کربلا کو عوام تک نہیں پہنچاتے، اسی طرح وہ لوگ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں جو پورا سال حصولِ علم کے لئے مدینۃ العلم اور باب العلم کا دامن تو تھامے رکھتے ہیں لیکن اپنے علم کو تبلیغ کے ذریعے منتقل نہیں کرتے۔

اگر مسلمان بلا لحاظ مسلک و مذہب تعصب سے پاک ہوکر تحریکِ کربلا کو اس کی آب و تاب، جمال و جلال، عشق و عرفان اور خون و پیغام کے ساتھ بیان کریں تو دنیا کا کوئی بھی فرد داعشیوں، تکفیری وہابیوں کے پروپیگنڈے کا شکار نہ ہو اور دنیا کا ہر منصف مزاج انسان جب حسینؑ اور یزید لعین کا موازنہ کرتا تو بے ساختہ اس کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوجاتے کہ دہشت گردوں کا اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں بلکہ یہ تسلسل ہے یزیدی نسل کا جنہوں نے کربلا میں مسلمانوں کا لباس پہن کر نعرۂ تکبیر بلند کرکے رسولؐ کے نواسہ و خاندان کو شہید کیا۔

اس لئے کہ کربلا تو وہ ہے۔۔۔۔ جس کے سجدہ گزاروں پر عرش والے بھی ناز کرتے ہیں، جس نے دینِ اسلام کو لازوال کر دیا، جس نے اسلام کو حیات نو بخش دی، جس نے شریعت کو لازوال کر دیا، جس نے سنت کو زندہ کر دیا، جس کے ذکر نے میرانیس کو بادشاہوں سے بے نیاز کر دیا، جس کے تخیل نے مرزا دبیر کو معیارِ فصاحت بنا دیا، جس کی تجلی نے اقبال کو شاعرِ مشرق بنا دیا، جس کی معرفت نے قوم کو مرکزِ انقلاب بنا دیا، جس کے فیض نے روح اللہ خمینی کو بت شکن بنا دیا، جس کے حسن و جمال نے شعراء کو مجذوب کر لیا، جس کی روانی نے خطباء کو مسحور کر دیا، جس کی پیاس نے دو عالم کو دنگ کر دیا، جس کے علم کا پھریرا آفاقِ عالم پر چھایا ہوا ہے اور جس کے کرم کی سلسبیل سے قیامت تک کی رہتی دنیا سیراب ہوتی رہے گی۔۔۔۔

کربلا تو وہ ہے۔۔۔۔ جس کا امیر اگر اپنے نانا کی آغوش میں ہو تو شہکارِ رسالت ہے، اگر اپنے باپ کے کندھوں پر ہو تو فخرِ ولایت ہے، اگر آغوشِ مادر میں ہو تو تضمینِ طہارت ہے۔

کربلا تو وہ ہے۔۔۔۔ جس کے امیر نے نوکِ نیزہ پر قرآن کی تلاوت کرکے آلِ محمد کی فضیلت و عظمت کا سکہ جما دیا، جس کے علمدار نے اپنے صبر و اس وقت کے امام زمان کی اطاعت کرکے یزیدیت اور ناصبیت کو شکست سے دوچار کر دیا۔

کربلا تو وہ ہے۔۔۔۔ جس نے رسول خدا کی نواسی حضرت زینب بنت علی سلام اللہ علیہا کو بعد از کربلا حسین بنا دیا، جس کے تبلیغ نے دربار میں تمام اسلام دشمنوں کے چہرے سے نقاب اٹھا دیا، جس نے اپنی چادر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تطہیر کی چادر اوڑھ دی اور یزیدی اسلام و حقیقی اسلام میں ایک سرخ لکیر کھینچ دی کہ تا قیامت یزیدیوں کے ماتھے پر داغ نمایاں و روشن ہیں۔

کربلا تو وہ ہے۔۔۔۔ جہاں ایک ننھا پھول جناب علی اصغرؑ یا سارا بکھن اپنے خون سے لکھ لا اللہ، جدا مجد محمد مصطفیٰ کی رسالت اور 12 ستاروں کی ولایت و امامت کے باغِ دینِ اسلام کو اپنے پاک خون سے سیراب کر دیا۔

کربلا تو وہ ہے۔۔۔۔ جہاں لشکرِ حسینؑ کے سپاہیوں نے اپنی بہادری و صبر سے عالمین کو رلا دیا، جہاں ایک عیسائی نے انسانی پیغام سننے کے بعد طاغوت کے خلاف قیام کیا اور نواسہ رسول کے اصحاب میں شمار ہوکر اسلام کا ایک بے مثال جانباز بن گیا۔

بھلا کیا رہا ہے کربلا کو یزیدی اسلام کے ساتھ۔۔۔۔ داعش کی نام نہاد خلافت کیساتھ۔۔۔۔ فرقہ بندی کے ساتھ۔۔۔۔ دہشت گردوں کے ساتھ۔۔۔۔ دنیا و اقتدار پرستی کے ساتھ۔۔۔۔ باطل سے یاری کے ساتھ۔۔۔۔ منافقین سے ہمدردی نہیں۔۔۔۔ الغرض۔۔۔۔

ہمارے واعظین، خطباء، ادباء اور صاحبانِ قلم و فکر کی ذمہ داری ہے کہ وہ مشکلوں کے مورچوں سے نکل کر اور حالات کے زندان کو توڑ کر کربلا پر تحقیق کریں، کربلا لکھیں، کربلا پڑھیں، کربلا خود بھی سمجھیں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں۔۔۔۔

عصرِ حاضر میں جیسے جیسے دنیا کے علم و شعور ترقی کی جانب گامزن ہے، اہداف کربلا کی تبلیغ اور پیغامِ کربلا کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری بھی اتنی ہی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اگر ہم یہ ذمہ داری ادا نہ کرسکیں تو پھر ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس سلب توفیق کے پیچھے ضرور کوئی بات ہے۔

ولایت ٹائمز ڈاٹ کام

امام عالیمقامؑ اور عشق الٰہی

بسم تعالیٰ

خانہ نبوت فرشتوں کی آمد ورفت کی منزل ،نزول وحی کا مرکز نور ہدایت کی جلوہ گاہ ہے وہ اسی لائق ہے کہ اس خانہ کی آغوش میں عالم انسانیت کے عظیم اور بے مثال شخصیتیں پرورش پائی ہیں ۔اور اپنے تابناک ودرخشاں کردار اور عمل سے انسانی معاشرہ کی رہنمائی کرتے رہے ۔ظاہری مالی اعتبار سے اگرچہ یہ خانہ حقیر ہی تھا مثلاً رنگ وروغن والا مکان وغیرہ نہ تھا لیکن درحقیقت یہ خانہ نہایت ہی عظیم اور بلند مرتبہ والا تھا ۔اس پاک وپاکیزہ، عصمت وطہارت والے گھرانہ سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں اگر روئے زمین پر اس عظیم المرتبت والے خاندان کا وجود نہ ہوتا تو ظلم وبربریت ،تاریکی جہالت اور بدکرداری وغیرہ کے خلاف جہاد کیلئے دنیا والوں کے پاس شاید کوئی اسوہ اور نمونہ موجود نہ ہوتا ۔اسلام کی بقا کیلئے اس خانوادہ کے عظیم ہستیوں نے وقتاً فوقتاً اپنی قیمتی جانوں اور مال واسباب کا نذرانہ پیش کیا۔

اس خاندان کی طہارت وپاکیزگی اور شائستگی وغیرہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے ۔قرآن پاک کے سورہ مبارکہ احزاب آیت نمبر ۳۳ میں اہلبیت (علیہم السلام) کے گھرانہ کی عظمت وعصمت واضح طور پر بیان ہوا ہے ۔گویا یہ گھرانہ ایک ایسا گھرانہ ہے جس کی مخالفت سراسر خدا اور دین مبین اسلام کی مخالفت ہے ۔عظیم المرتبت والے اس خاندان کی بنیاد ہی نبی اکرم حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مستحکم کی ہیں ۔تب سے لیکر آج تک اسی خاندان سے اسلام اور انسانی کمالات کی کرنیں پھوٹتی ہیں جو سارے عالم کو منور کر دیتی ہیں ۔تاریخ گواہ ہے کہ جس جس نے بھی اس خاندان کے اوپر آنکھیں اٹھائی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ذلیل اور رسوا کر دیا۔

سیدنا حضرت امام حسین (علیہ السلام) اسی نیک اور پاک خاندان کا ایک چشم وچراغ ہیں ۔حضرت امام حسینؑ نے اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آغوش میں پرورش پائی اور مولائے کائنات حضرت علی (علیہ السلام) اور خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے سائے میں بھی کسب فیض حاصل کرکے سید الشہداء کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوئے۔

۱۰محرم الحرام ۶۱ھ میں نواسہ رسول جس کے بارے میں خود بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا "حسین منی وانا من الحسین" یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں ۔نے کربلا کی تپتی ریگزار میں اپنا اہل وعیال ،اصحاب اور مال واسباب سب کچھ دین اسلام پر نچھاور کر دیا ۔کیونکہ دین مبین اسلام کا شیرازہ ادا تا بکھرنے کا تھا کہ یزید جیسے فاسق وفاجر اور ظالم وجابر خلیفہ رسول ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا ۔اور مسند خلافت پر بیٹھ کر شراب ،زنا ،ریا کاری اور فحاشی وغیرہ جیسے بدعات کو جنم دے رہا تھا ۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یزید ملعون خود ان بدعات کا عادی تھا ۔خود خواہ خلیفہ خانوادہ اہلبیتؑ کا سخت ترین دشمن تھا اور اہلبیت رسولؐ کے ماننے والوں پر اس نے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے ۔وقت آن پہنچا کہ درندہ صفت یزید ملعون ،نواسہ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کو بیعت کی دعوت دے رہا ہے یعنی حق کو باطل کی طرف آنے کی دعوت دے رہا تھا ۔لیکن حجت خدا حضرت امام حسینؑ نے بیعت کے جواب میں فرمایا "مجھ جیسا کبھی بھی تم جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا"۔

لہٰذا امام عالی مقام نے محسوس کرلیا کہ اسلام اپنے چاہنے والوں کا خون مانگ رہا ہے ۔جس طرح نبیوں نے مختلف طریقوں کی قربانیاں دے کر آزمائشوں سے گذر کر نبوت کا لوہا منوالیا بالکل اسی طرح امام عالی مقام نے عشق الٰہی میں با ارادہ اور با اختیار ہوکر جان کے علاوہ مال واسباب ،خواہشات اور جذبات کی قربانیاں پیش کرکے اس عظیم قربانی کو مقام انتہا تک پہنچادیا۔

شاعر مشرق نے اس قربانی کو یوں بیان فرمایا ہے:۔

غریب وسادہ ورنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیل

والسلام
مجتبیٰ علی ابن شجاعی
گنڈ حسی بٹ ،سرینگر کشمیر
☆☆☆☆☆☆

شیعہ سنی مشکلات کے حل کا راز عزاداری امام حسینؑ میں پوشیدہ

تحریر:اہلسنت قلمکار حاجی غلام حسن زرگر کولگامی کشمیر

میں فرقہ سنی حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ گروہی تصادم کو کسی بھی صورت میں ہوا نہ دیں ،بلکہ آپس میں اتحاد واتفاق قائم رکھیں ،خود کو ایک مسلمان کہنے والے کو قرآن حکیم میں درج یہ آیت یاد کرنی چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین پر فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں ،مجھے امید ہے کہ اس برصغیر میں شیعہ سنی حضرات آپس میں برادری ،مروت اور اتحاد واتفاق کو اپنا عمل کے طور پر اپنانے کی کوشش کرینگے۔

محرم الحرام کے سلسلے میں دنیا بھر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں شیعہ مسلمان عزاداری کی مراسم قائم کرکے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں ،ہم سب کو ان تقاریب میں شرکت کرکے امت اسلامی کی یکجہتی اور اتحاد کو بڑھاوا دینے کی ضرورت ہے۔

امت مسلمہ میں سنی اور شیعہ دونوں فرقے شامل ہیں ،دونوں فرقے ایک ہی خدا کو ایک ہی رسول یعنی محمدؐ کو پیغمبر اور ایک ہی قرآن حکیم کو جو محمد رسول اللہؐ پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے آخری آسمانی صحیفہ مانتے ہیں ،دنیا کے بیشتر علاقوں میں دونوں فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد ہیں ،دونوں فرقے نماز ،روزہ ،زکوٰۃ اور حج کرنے کو دین اسلام کے اہم ستون تصور کرتے ہیں ،ایک تجزیے کے مطابق اس وقت شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ تر ایران ،عراق ،آذربائیجان اور بحرین میں آباد ہیں ،جبکہ سنی فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ تر جنوب مشرق کے علاقوں میں جیسے کہ چین ،جنوب ایشیا ،افریقہ اور عرب دنیا کے بہت سے علاقوں میں بود وباش کرتے ہیں ،پاکستان ،کویت ،یمن اور لبنان میں شیعہ اور سنی دونوں فرقے موجود ہیں ،جبکہ ہندوستان کے کئی مسلم علاقوں میں بھی شیعہ اور سنی مسلمان بستے ہیں ،اہلسنت مسلک چار اماموں یعنی امام مالک ،امام شافعی ،امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل جیسے علمائے دین کے لکھے ہوئے احادیث یا فقہ شریعت اسلامیات کو مستند مانتے ہیں اور سارے مسلم دنیا میں حنفی ،مالکی ،حنبلی وغیرہ ناموں کے تحت انکے پیروکار بھی موجود ہیں۔

حضور پُرنورؐ نے یہ پیشنگوئی پہلے ہی کی تھی کہ میرے بعد امت مسلمہ کئی فرقوں میں منقسم ہوجائیگی ،لیکن ایک بات ہے کہ اسلام کے بنیادی ستونوں یا ارکان میں کسی بھی فرقے نے کوئی تبدیلی نہیں لائی ہے ،یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فرقہ بندیوں کو ایک طرف چھوڑ کر مشرق کا مسلمان مغرب کے مسلمان کا بھائی تصور کیا جاتا ہے اور ایک مسلمان کا کہ یا دردہ سب مسلمانوں کو باشعار اسلام ہے اور باشعور ہی چاہئے ،کیونکہ سارے فرقے ایک خدا تعالیٰ کو لا شریک تصور کرتے ہیں ،یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ،جزا اور سزا کے قائل ہیں ،ملائکہ کے وجود کو مانتے ہیں قرآن حکیم کو مقدس آسمانی کتاب ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں ،اور محمدؐ کو پیغمبر آخر الزمان تصور کرتے ہیں ،سبھی مسلمان خانہ کعبہ کو قبلہ مانتے ہیں اور اسی کی جانب منہ کرکے نمازیں بھی ادا کرتے ہیں ،سارے فرقے حج بیت اللہ کی ادائیگی کو دین کے پانچویں رکن کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں ،اور استطاعت رکھنے والے لوگ یہ فریضہ بھی ادا کرتے ہیں ،اب چند فروعی معاملات یا چند احادیث پر اختلاف رکھنے کی وجہ سے ہم کسی بھی فرقے کو دین اسلام سے خارج قرار نہیں دے سکتے ہیں۔

چونکہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آج تک 1437 سال ہجرت کئے ہوئے گزرے ہیں ،اس دوران مسلمانوں میں کئی نئے فرقے یا گروپ بھی وجود پا گئے ہیں ،لیکن بنیادی اصولوں میں کوئی فرق نہیں آئی ہے ،کوئی آمین بالجہر کہے یا یا بسر ،نماز کے وقت اپنے ہاتھ سینے پر باندھے یا پیٹ پر ،اس سے مسلمان ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے ،میں نے دوران حج بیت اللہ کی حاجیوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہاتھ بالکل سیدھا اور کھلے چھوڑتے تھے ،نہ سینے پر ہی رکھتے تھے اور نہ ہی پیٹ پر ،کچھ حاجی آمین بالجہر بھی کہتے تھے اور کچھ حاجی آمین بالسر بھی کہتے تھے ،یہ معاملات کسی تنازعہ یا تکرار کے معاملات نہیں ہونے چاہئیں ،الحمد للہ دیگر مذہبوں کی طرح ابھی اسلام کے بنیادی ارکان دین میں کوئی تبدیلی ،تحریف یا تخفیف نہیں آئی ہے۔

بہرحال اب محرم الحرام کا مہینہ شروع ہوگیا ہے ،اسلامی کلنڈر کے تحت یہ مہینہ نئے سال کے آغاز کا مہینہ ہوتا ہے ،بہت ہی بابرکت والا مہینہ ہے ،یہی وہ مہینہ ہے جس میں شہید اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے رفقاء نے حق وانصاف اور دین اسلام کی سربلندی کیلئے شہادت عظیم پائی ہے ،یزید پلید کی طرف سے انکے اہل بیت کو قید کر دیا گیا تھا اور ان پر مختلف قسم کی سختیاں اور زیادتیاں بھی کی گئی تھیں ،اس کو یاد تازہ کرنا اور عزاداری اختیار کرنا سارے مسلمانوں کا حق بنتا ہے ،آخر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت رسول اللہؐ اور انکے نواسے تھے ،شہادت حسین رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک درس دیا ہے یعنی ایک مسلمان کو حق وانصاف کی سربلندی کیلئے اپنے جان کی شہادت دینے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے اور باطل کے سامنے ہرگز نہ جھکنا چاہئے ،چونکہ اس دنیا میں ازلین آفرینش آدم سے ہی حق وباطل کے درمیان ٹکراؤ یا کشمکش رہی ہے ،لیکن تاریخ گواہ ہے کہ مختلف ادوار میں بھی ہمیشہ حق کی سربلندی ہی رہی ہے۔

اس وقت شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں (عزاداری) کے طور پر شہدائے امام حسینؑ اور انکے رفقاء کی شہادت کی یاد تازہ کرنے کیلئے جلسوں اور جلوسوں کا انعقاد بھی کرتے ہیں ،نوجوان طبقہ سینہ کوبی بھی کرتے ہیں ،اس لئے میں فرقہ سنی حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ گروہی تصادم کو کسی بھی صورت میں ہوا نہ دیں ،بلکہ آپس میں اتحاد واتفاق قائم رکھیں ،خود کو ایک مسلمان کہنے والے کو قرآن حکیم میں درج یہ آیت یاد کرنی چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین پر فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں ،مجھے امید ہے کہ اس برصغیر میں شیعہ ،سنی حضرات آپس میں برادری ،مروت اور اتحاد واتفاق کو اپنا عمل کے طور پر اپنانے کی کوشش کرینگے ،تاکہ علامہ اقبال کا یہ شعر کہ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے شرمندہ تعبیر ہوجائے۔

سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھوں سے کسی بھی جاندار کو کوئی ایذا نہ پہنچے ،ایک سچے مسلمان کو امن اور امانت داری کی نشانی کے طور پر اپنی زندگی گزارنی چاہئے ،تعصب رکھنا اور نفرت کرنا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہے ،ہمیں اپنے اندر ایسے اخلاق حسنہ پیدا کرنے چاہئیں جن کو دیکھ کر دیگر ادیان کے لوگ رشک کریں۔

(بشکریہ تعمیر نو)

امام حسینؑ مظلومین کا ترجمان و رہبر!

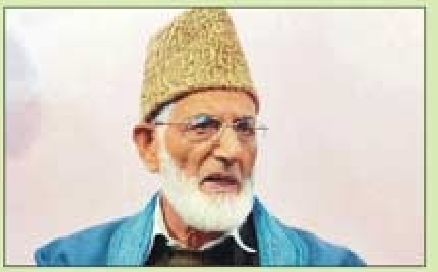

نواسہ رسولؐ امام حسینؑ اور ان کے دوسرے اصحاب کی شہادت اور قربانی نے صبر واستقامت اور بہادری کی ایک قابل رشک تاریخ رقم کی ہے اور کمزور جان کردیا ئے اور کچلے جارہے لوگوں کے لیے ان کی سیرت میں ایک اہم سبق ہے کہ وہ ظالم اور جابر قوتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ امام حسینؑ مسلمانوں کے کسی خاص مسلک، فرقے یا گروہ کے نہیں، بلکہ پوری امت کے راہنما ہیں اور آپؑ نے عزیمت کا جو راستہ دکھایا ہے، وہ ہر کلمہ حق پڑھنے والے کے لیے مشعل راہ ہے اور یہی ایک نجات کی سبیل ہے۔

میں ملی اتحاد کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم بنانے اور شرپسندوں کی سازشوں سے خبردار رہنے کی اپیل کرتا ہوں اور آج جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں وہ کربلا سے مختلف نہیں ہیں اور حالات کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے صفوں میں زیادہ سے زیادہ اتحاد، بھائی چارہ اور باہمی اخوت اور محبت سے مضبوط بنائیں تاکہ دشمن کو کوئی ایسا موقع نہ ملے جس سے وہ کشمیر کی اس تحریک کو کمزور کرسکے۔

امام حسینؑ کو خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ شیعہ اور سنی مل کر بھارت کے کشمیر میں قبضے کے خاتمے اور اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کے لیے ہر ممکن وسائل کو بروئے کار لاکر جدوجہد کریں۔

سید علی شاہ گیلانی، چیرمین کل جماعتی حریت کانفرنس

حسینی تحریک میں اُمت اسلامی کا تحفظ یقینی

پھر حق ہے آفتاب لبِ بام اے حسینؑ
پھر بزم آب و گل میں ہے کہرام اے حسینؑ
پھر زندگی ہے سست و سبک گام اے حسینؑ
پھر حریت ہے موردِ الزام اے حسینؑ
ذوقِ فساد و ولولہ شر لئے ہوئے
پھر عصر نو کے شمر ہیں خنجر لئے ہوئے

محرم کا چاند نظر آتے ہی بطل حریت، امام مظلومان، جگر گوشہ رسول مقبولؐ، دلبند فاتح خیبر، جان فاطمہ الزہراؑ، سیدالشہداء، فاتح کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کی حریت پسندوں کو حرارت بخشنے والی، غلاموں کو جذبہ آزادی سے سرشار کرنے والی، ماؤں کو بیٹوں اور بہنوں کو بھائیوں کی بہاریں خدا کی راہ میں لٹانے کی دعوت دینے والی، طاغوت کے ایوانوں کو ہلا دینے والی آواز "ھل من ناصر ینصرنا" چار سو گونج رہی ہے۔ اس آواز نے دنیا کے باطل نظام کو ہمیشہ درہم برہم کر رکھا ہے۔ جب بھی طاغوت نے حق کے پرستاروں اور آزادی کے متوالوں کو زیر کرنا چاہا تب اسی حسینی پیغام نے مظلوموں کو ظالموں، غلاموں کو آقاؤں اور محکوموں کو حاکموں پر حاوی کردیا۔ آج ہمارے مظلوم وطن جموں وکشمیر کی ہر صبح عاشورا اور ہر شام شام غریباں کا منظر پیش کر رہی ہے جہاں بیٹوں کو ماؤں، بھائیوں کو بہنوں کے سامنے اور شیر خواروں کو ماؤں کی آغوش میں شہید کیا جاتا ہے۔ 61ھ میں جب عالم اسلام پر ظلم و جبر کے بادل چھائے ہوئے تھے اور یزید جیسا حکمران کھلم کھلا طاغوت بن کر ہمہ جہت دین اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے احکامات جاری کر رہا تھا، انسانیت آخری سانسیں لے رہی تھی، دین حق کے متوالے عقوبت خانوں میں دم توڑ رہے تھے، حق کی آواز دبانے والوں کے سر قلم کئے جارہے تھے، چنانچہ اس پرآشوب وقیامت خیز دور میں سیدنا حضرت امام حسینؑ نے نمرود صفت فاسق وفاجر یزید کے خلاف علم جہاد بلند کرکے کربلا کے بے آب وگیاہ صحرا میں اپنے بہتر جانثاروں کے ساتھ باطل کو للکارا اور اپنی عظیم الشان قربانی سے باطل کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کردیا اور اسلام کو حیات ابدی عطا کی۔

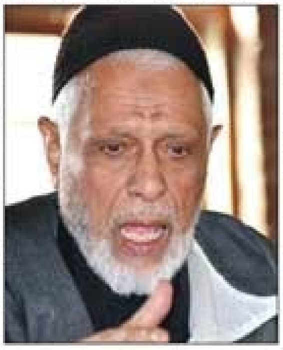

آج بھی اگر عالم انسانیت اور خصوصاً اہالیان کشمیر اس پیغام حسینی پر کان دھرے اور کربلا والوں کے مشن کی آبیاری کرے تو پھر عصر حاضر کی تمام مشکلات کا حل خود بخود سامنے آجائے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملت کشمیر مکمل اتحاد واتفاق سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر واقعہ کربلا کے اس عظیم پیغام اور فلسفہ شہادت امام حسینؑ کو جلا بخشے اور اس مظلوم اور غلام قوم کو جذبہ حسینی سے سرشار کرنے والے پیغام کو سمجھے اور اس پر عمل پیرا ہو تاکہ وقت کے یزید، ابن زیاد اور شمر سے نجات حاصل کی جاسکے۔ جموں وکشمیر کے حریت پسندوں اور اسلام کے جیالے فرزندوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ محرم الحرام کے پرامن پروگراموں میں اپنی شرکت یقینی بناکر فدایان حسینؑ کا ثبوت دیکر باطل نظام کو دندان شکن جواب دیں۔

مولانا محمد عباس انصاری، سرپرست اعلیٰ جموں وکشمیر اتحاد المسلمین و سابق چیرمین کل جماعتی حریت کانفرنس

امام حسینؑ و شہدائے کربلا کی قربانی ہم سب کیلئے مشعل راہ

نواسہ رسولؐ اور ان کے یاران کی قربانی امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ہیں۔ شہدائے کربلا نے رہتی دنیا تک مظلوب قوموں کے لئے جسطرح کے نشان راہ چھوڑے ہیں ان پر چل کر ہم بھی کامیابی اور کامرانی سے سرفراز ہوسکتے ہیں۔ امام حسینؑ نے ایک قلیل تعداد میں ہوکر بھی ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ قلت وکثرت کو خاطر میں لائے بغیر بھی ہم اپنا فرض ادا کرسکتے ہیں۔ موجودہ دور کے ظالم حکمرانوں کے خلاف حسینیت کے جذبے کے تحت جدوجہد جاری رکھنے کی ضرورت ہے تاہم دشمن قوتیں ہمارے صفوں کے درمیان انتشار وافتراق پیدا کرنے کے لئے کسی بھی حد کو جاسکتے ہیں لیکن ہمیں ان حالات میں اتحاد واتفاق کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا ہے۔ میں شیعہ سنی برادری سے اتحاد واتفاق کی فضا کو بنائے رکھنے کی اپیل کرتا ہوں کیونکہ امام حسینؑ بلاتفریق مسلک بھی لوگوں کے لئے ایک روشن چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح امام عالی مقامؑ نے ظلم وستم اور ملوکیت کے خلاف مقاومت کا مظاہرہ کیا اسی طرح ہمیں بھی موجودہ دور کے ظالمین کے خلاف کرنا ہوگا۔ امام حسینؑ نے دنیاوی مفاد یا اختیار واقتدار کے حصول کے لئے مقدس جانوں کی قربانی پیش نہیں کی بلکہ حقیقی اسلام کو زندہ رکھنے کیلئے انہوں نے راہ جہاد کو اپنالیا اور اس واقع سے ہمیں بھی یہی سبق مل رہا ہے کہ کسی بھی صورت میں باطل کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرنا چاہئے۔

شبیر احمد شاہ، سینئر حریت رہنما و چیرمین ڈیموکریٹک فریڈم پارٹی

روز عاشورہ حق وصداقت کو فتح ونصرت حاصل ہوگئی

محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو حق وباطل کے درمیان معرکہ کربلا کا ایک تاریخی واقعہ پیش آیا ہے جس میں نواسہ رسول (ص) حضرت امام حسین (ع) کی شہادت واقع ہوئی اور حق وصداقت کو فتح ونصرت حاصل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ کے برکت سے نئے سال کو سال عالم اسلام کی سربلندی، عالم انسانیت کی بقا اور ریاست جموں وکشمیر میں مکمل امن وامان کا باعث بنائے۔

ڈاکٹر فاروق عبداللہ، سابق وزیر اعلیٰ و صدر جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس

ملی اتحاد بہترین خراج عقیدت

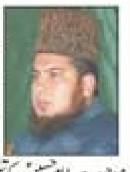

امام حسین علیہ السلام نے اپنے 72 ساتھیوں کے ہمراہ اپنے مقدس لہو سے اسلام اور گلستان رسالت کو سینچ کر ایسا ہرا بھرا کر دیا، صدیوں گزر جانے کے بعد بھی اسلام کی تازگی روح حسینؑ سے تابندہ ہے۔ امام عالی مقامؑ نے معرکہ کربلا میں انسانیت کے نام پیغام دیا کہ انسان کی سربلندی اللہ ورسول کی رضا میں موجود ہے۔ امام حسینؑ کے تئیں سب سے بڑا خراج عقیدت یہ ہے کہ باہمی اتحاد واتفاق کو مضبوط اور ملی اتحاد بنایا جائے تاکہ اسلام مخالف قوتوں کو پست وناچیز کیا جائے۔ سید الشہداء کسی مخصوص طبقے شیعہ وسنی کے ہی رہنما نہیں بلکہ پوری کائنات کیلئے مشعل راہ ہے۔ مظلوم کشمیری قوم کے ساتھ ساتھ آج پوری دنیا میں مسلمان جس نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں وہ کربلا سے کم نہیں۔ اقوام عالم میں انسانی سوچ رکھنے والے لوگوں کو کردار حسینی سے سبق لیکر مظلوم ومحکوم اور مجبور ومغلوب قوموں کیلئے متحد ہوکر آگے آنے کی ضرورت ہے تاکہ بکھرے ہوئے ملت کو ایک تسبیح کے دانوں کی طرح یکجا کیا جائے۔

مولانا غلام رسول حامی، امیر کاروان اسلامی جموں وکشمیر

یا حسینی بن
یا یزیدی بن

وہ بندہ بھی کتنا عجیب ہے
جو کہے یزید بھی ٹھیک ہے
یا حسینی بن یا یزیدی بن
ایسے جھوٹ میں کیوں شریک ہے
کیوں دو کشتیوں کا سوار ہے
جو ہے حق نما وہ حسین ابن علیؑ ہے
میرا مولا حسین ہے

اہلسنت نعت خواں
حافظ طاہر ادری پاکستان

تاریخ کا ایک ورق---

امام حسینؑ کے تاریخی دوست اور دشمن

ہارون الرشید پہلا خلیفہ تھا کہ جس نے امام حسین (ع) کی قبر مبارک اور اس کے اطراف کے گھروں کے ساتھ دست درازی کی، اور آج داعش والے چاہتے ہیں کہ تاریخ کو دوہرائیں، لیکن امام اور ان کی بارگاہ سے لوگوں کا عشق اور ان کی محبت، امام سے لڑنے والوں کے کینے کی آگ پر ٹھنڈے پانی کا کام کرتی ہے۔

امام حسین (علیہ السلام) کا حرم تاریخ کے ہر دور میں ایک طرف سے خلفاء اور بے دینوں کی دشمنی اور دوسری جانب عوام کے عشق اور ان کی محبت کا محور رہا ہے، عباسیوں کی حکومت کی ابتدا میں، امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کی زیارت کا راستہ مسلمانوں کے لیے ہموار ہوا اور یہ سلسلہ ہارون الرشید کے دور تک چلتا رہا کہ جو پانچواں عباسی خلیفہ تھا اور 193 ہجری میں اس نے امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک اور اس کے اطراف کے تمام گھروں کو ویران کر دیا۔

ہارون الرشید پہلا خلیفہ تھا کہ جس نے امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کے ساتھ دست درازی کی تھی

ہارون الرشید کے بعد شیعوں کے تیسرے امام کی آرامگاہ کے اوپر ایک اور عمارت بنائی گئی، کہ جو 233 ہجری قمری یعنی متوکل عباسی کے اقتدار تک پہنچنے تک اپنی جگہ پر برقرار رہی لیکن متوکل عباسی نے بھی وہی راستہ اپنایا جو ہارون الرشید نے اپنایا تھا اور اس نے اپنی سیاست کی بنیاد اہل بیت (ع) کی دشمنی پر رکھی۔

متوکل امام کے ساتھ لڑنے والا دوسرا عباسی خلیفہ

متوکل عباسی کہ جو امام حسین (علیہ السلام) سے عشق و محبت کا سرچشمہ اہل بیت (ع) کی محبت کو قرار دیتا تھا اور وہ امام حسین (علیہ السلام) کی بارگاہ کے زائرین کی تعداد کو بڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا اس نے امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک اور اس کے اطراف کے گھروں کو مسمار کرنے کا حکم دیا تھا اور امام حسین (ع) کی زیارت پر پابندی لگا دی تھی۔ متوکل عباسی نے اس پورے علاقے کو زیر و زبر کر دیا تھا اور اس کے بعد پورے علاقے میں پانی چھوڑ دیا تھا۔ تاریخ میں یہ واقعیت درج ہے کہ ایک شخص جس کا نام دیزج تھا اور یہودی الاصل تھا وہ امام حسین (علیہ السلام) کے زائرین کو قتل کرنے پر متوکل عباسی کی جانب سے مامور تھا۔ اس شخص کی ماموریت یہ تھی کہ ہر زائر کو جو اس علاقے میں امام حسین (علیہ السلام) کی زیارت کے لیے جائے اسے تلوار کے گھاٹ اتار دے۔

سال 247 میں متوکل عباسی کی ہلاکت کے بعد امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کے اوپر بڑی عمارت تعمیر کی گئی وہ اس قدر اونچی تھی کہ لوگ دور دراز سے اس کو پہچان لیتے تھے اور زیارت کے لیے اس کی طرف چل پڑتے تھے۔

اس کے بعد بہت سارے علوی اپنے مکان کربلا میں امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کے نزدیک بنانے میں کامیاب ہو گئے کہ جن میں سرفہرست، ابراہیم المجاب بن محمد العابد بن الامام موسیٰ بن جعفر (علیہ السلام) تھے وہ سب سے پہلے علوی تھے جنہوں نے سرزمین کربلا پر سکونت اختیار کی، اور یہ اتفاق ۲۴۷ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

سال 1216 ہجری میں کربلا اور حرم امام حسین (علیہ السلام) پر وہابیوں کے ایک گروہ نے وحشیانہ حملہ کیا کہ جس کی رہبری سعود ابن عبد العزیز کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے عید غدیر کے دن اس شہر کا محاصرہ کیا اور اس کے اکثر رہنے والوں کو چاہے وہ کہ جو بازار میں تھے یا وہ کہ جو گھروں میں تھے سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

سعود بن عبد العزیز اس زمانے میں 12 ہزار سے زیادہ فوج کے ساتھ کربلا میں داخل ہوا اور اس شہر کے بہت سارے ساکنین کو قتل کرنے کے بعد اس نے امام حسین (ع) کی قبر مبارک کے صندوقوں کو کہ جن میں بے شمار سونا پیسہ اور قیمتی اشیاء تھیں، لوٹ لیا۔

آج اسی طرز فکر کے تحت عراق و شام کی اسرائیلی حکومت، داعش، کہ جو نیا تکفیری گروہ شمار ہوتے ہیں، انہوں نے اپنی ناپاک آرزو زبان پر لائی ہے اور مجازی فضا کے صفحات پر لکھا ہے: زرافشی یہ جان لیں کہ ہمارا مقصد کربلا اور نجف اور سامراء کے شرک آلود مظاہر کو مسمار کرنا ہے۔ آپ جان لیں کہ عراق میں ان مظاہر کی تخریب کے بعد ہم ایران آئیں گے اور مشہد ایران کو خاک میں ملا دیں گے۔

ایرانیوں اور ایران کے حکام کا اہل بیت (علیہ السلام) سے تاریخی عشق

آل بویہ کی حکومت کی تاسیس کے بعد، عضد الدولہ نے سال 379 ہجری قمری میں امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کے لیے ہاتھی کے دانتوں کی ایک ضریح بنائی اور سید الشہداء کے لیے نئی بارگاہ کی بنیاد رکھنے کے بعد، اس کے اطراف میں بہت سارے بازار اور گھر تعمیر کروائے اور شہر کربلا کو اونچی اونچی دیواروں سے گھیر دیا گیا۔ یہ شہر عضد الدولہ کے زمانے میں بہت بارونق اور دینی اجتماعی، سیاسی، اقتصادی اور ادبی لحاظ سے ایک بہت مشہور شہر میں تبدیل ہو گیا۔

آل بویہ اور سلجوقی اہل بیت (علیہ السلام) کے محب تھے

آل بویہ کی حکومت کے ختم ہو جانے کے بعد، سلجوقیوں نے اقتدار سنبھالا اور سلجوقیوں کی سیاست بھی عتبات مقدسہ کو اہمیت دینے پر مبنی قرار پائی۔ اس زمانے میں سلطان ملک شاہ سلجوقی اور اس کے وزیر نظام الملک کے دور میں 553 ہجری قمری میں دیواریں تعمیر کی گئیں اور امام حسین (علیہ السلام) کے حرم شریف کی عمارتوں کی تعمیر نو کی گئی، اور خلیفہ مقتفی ذاتی طور پر امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے روانہ ہوا اس کے بعد دیگر خلفاء نے بھی اسی کی سیاست کی پیروی کی اور وہ امام حسین (علیہ السلام) کے حرم کی زیارت کے لیے جاتے تھے یہاں تک کہ خلیفہ، ناصر الدین اللہ اور المعتصم اور المستنصر نے بھی امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کی زیارت کی۔

جب شاہ اسماعیل صفوی نے سال 914 میں بغداد کو فتح کیا تو ذاتی طور پر امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے کربلا کی جانب روانہ ہوا اور حکم دیا کہ امام حسین (علیہ السلام) کی قبر مبارک کے لیے سونے کی ضریح بنائی جائے۔ اس نے سونے کے بارہ چلچراغ بھی امام حسین (علیہ السلام) کی قبر شریف پر ہدیے کے طور پر چڑھائے اور اس بارگاہ مقدس کے لیے خالص چاندی کا ایک صندوق بنانے کا حکم صادر کیا۔

اسی طرح اس نے امام حسین (علیہ السلام) کی بارگاہ کو انتہائی قیمتی مفروشات سے آراستہ کیا۔ شاہ اسماعیل صفوی نے ایک رات امام حسین (علیہ السلام) کے حرم میں اعتکاف کیا اور اس کے بعد نجف اشرف میں حضرت علی (علیہ السلام) کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے روانہ ہو گیا۔ عہد قاچار میں تین بار امام حسین (علیہ السلام) کے گنبد کو سونے سے آراستہ کیا اور آغا محمد خان، ایران میں قاچار کے بانی نے بذات خود 1207 ہجری قمری میں امام حسین (علیہ السلام) کے گنبد پر سونے کا کام کروایا۔ فتح علی شاہ قاچار نے بھی اس بنا پر کہ امام حسین (علیہ السلام) کے گنبد کا سونا سیاہ ہو گیا تھا، دوسری بار نئے سرے سے اس گنبد پر سونے کا کام کروایا۔

(بشکریہ عالمی نیوز نور ڈاٹ کام)

☆☆☆☆☆

> سال 1216 ہجری میں کربلا اور حرم امام حسین (علیہ السلام) پر وھابیوں کے ایک گروہ نے وحشیانہ حملہ کیا کہ جس کی رہبری سعود ابن عبد العزیز کے ھاتھ میں تھی. اس نے عید غدیر کے دن اس شہر کا محاصرہ کیا اور اس کے اکثر رہنے والوں کو چاھے وہ کہ جو بازار میں تھے یا وہ کہ جو گھروں میں تھے سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا. سعود بن عبد العزیز اس زمانے میں 12 ھزار سے زیادہ فوج کے ساتھ کربلا میں داخل ھوا اور اس شہر کے بہت سارے ساکنین کو قتل کرنے کے بعد اس نے امام حسین (ع) کی قبر مبارک کے صندوقوں کو کہ جن میں بے شمار سونا پیسہ اور قیمتی اشیاء تھیں ،لوٹ لیا. آج اسی طرز فکر کے تحت عراق و شام کی اسرائیلی حکومت ،داعش ، کہ جو نیا تکفیری گروہ شمار ھوتے ھیں اور نعرہ بلند کیا ھے کہ ھمارا مقصد کربلا اور نجف اور سامراء کے شرک آلود مظاھر کو مسمار کرنا ھے

علماء سلف کے ہاتھ بندھے تھے نہیں کہہ سکتے تھے کہ "یہ کام غلط اور خلاف ہے" آج اسلام کی حاکمیت اور اسلام کے جلوہ کا دن ہے۔ ایسا کوئی کام نہ کیا جائے کہ جس سے اسلامی معاشرے کا برترین طبقہ یعنی محب اہل بیت علیہم السلام کا معاشرہ جو کہ امام زمان ارواحنا فداہ کے نام مقدس، حسین بن علی علیہ السلام کے نام اور امیر المومنین علیہ الصلاۃ والسلام کے نام سے منسلک ہیں، باقی مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی نظروں میں ایک خرافاتی قسم کا معاشرہ متعارف کیا جائے۔

حقیقت میں، میں نے جتنا بھی اس قمہ زنی کے بارے میں جو کہ یقیناً ایک خلاف اور غلط کام ہے غور کیا، دیکھا کہ اپنے عزیز لوگوں کو بتانا ضروری ہے کہ ایسا نہ کریں۔ یقیناً میں اس کام سے کسی بھی صورت میں راضی نہیں ہوں۔ اگر کسی نے قمہ زنی کا مظاہرہ کیا، میں دلی طور اس سے ناراض ہوں۔ یہ بات میں نہایت تاکید کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

ایک زمانہ تھا، اطراف و اکناف میں کچھ لوگ جمع ہوتے تھے، عمومی نظروں سے پوشیدہ قمہ زنی کیا کرتے تھے اور ان کے کام کا مظاہرہ آج کل کا جیسا نہ تھا، کسی کو اسکے اچھا یا برا ہونے سے کوئی مطلب نہ تھا۔ کیونکہ ایسا ایک محدود دائرے میں انجام پاتا تھا۔ لیکن جب اچانک ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کا تہران کی یا قم یا آذربائیجان یا خراسان کے جیسے شہروں میں سڑکوں پر ہاتھوں میں قمہ اور تلواریں لے کے سروصورت پر مارتے ظاہر ہوتا ہو۔ قطعاً یہ غلط کام ہے۔ امام حسین علیہ السلام اس طریقے سے راضی نہیں ہیں۔ میں نہیں سمجھ پاتا کہ کون سا سلیقہ اور کہاں سے یہ عجیب بدعات اور خلاف کام اسلامی معاشرے اور انقلابی معاشرے میں لائے جاتے ہیں!۔

پچھلے دنوں میں، زیارت کے سلسلے میں بھی ایک عجیب وغریب اور نامانوس بدعت کو گھڑا گیا ہے! اس طرح کہ جب ائمہ معصومین علیہم السلام کی قبور کی زیارت کرنا چاہتے ہیں، صحن کے دروازے سے داخل ہوتے ہی اپنے آپ کو پیٹ کے بل گراتے ہیں اور سینہ خیز اپنے آپ کو حرم تک پہنچاتے ہیں! آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر صلواۃ اللہ علیہ کی قبر مطہر اور قبور امام حسین، امام صادق، موسیٰ بن جعفر، امام رضا اور باقی ائمہ علیہم السلام کی بھی لوگ، علماء اور بڑے فقہاء، مدینہ، عراق اور ایران میں زیارت کرتے تھے۔ کیا آپ نے کبھی بھی سنا کہ ائمہ علیہم السلام میں سے کسی ایک نے ایسا کیا ہو اور یا علماء جب زیارت کو جانا چاہتے تھے اپنے آپ کو صحن کے دروازے سے گراتے تھے اور سینہ خیز اپنے آپ کو حرم تک پہنچاتے تھے! اگر ایسا کرنا مستحسن اور مستحب ہوتا، مقبول اور صحیح ہوتا، ہمارے بزرگ ایسا کرتے، لیکن نہیں کیا۔ جبکہ نقل کیا گیا ہے کہ مرحوم آیت اللہ العظمی آقای بروجردی رضوان اللہ تعالی علیہ، وہ بڑے عالم اور قوی، عمیق اور روشن فکر مجتہد، ضریح کو چومنے سے منع کرتے تھے جو کہ شاید مستحب ہے۔ احتمالاً ضریح چومنے کے بارے میں روایت بھی موجود ہیں۔ دعا کی کتابوں میں ہے۔ میرے ذہن میں بھی ہے کہ ضریح چومنے کے سلسلے میں روایت موجود ہے۔ اسکے باوجود کہ ضریح کو چومنا مستحب ہے انہوں نے کہا: "ایسا نہ کریں، مبادا دشمن خیال کرے کہ سجدہ کرتے ہیں اور شیعوں کے خلاف الزام تراشی کیلئے نیا بہانہ پا گئیں"۔

لیکن آج جب کچھ لوگ صحن مطہر علی بن موسیٰ الرضا علیہ الصلاۃ و السلام میں داخل ہوتے ہیں خود کو زمین پر گراتے ہیں اور دو سو میٹر سینہ خیز چلتے ہیں تا کہ خود کو حرم تک پہنچائیں! کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ نہیں۔ یہ غلط کام ہے۔ یہ تو دین اور زیارت کی اہانت ہے۔ کون اس قسم کے ہتھکنڈوں کو لوگوں میں رائج کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ کام دشمن کا ہو! یہ باتیں لوگوں کو سمجھائیں، اور دونوں کو اجاگر کریں۔

دین منطقی ہے۔ اسلام منطقی ہے اور اسلام کا منطقی ترین حصہ وہ تفسیر ہے جو کہ شیعہ اسلام کا ہے! ایک محکم تفسیر۔ شیعہ متکلمین اپنے اپنے زمانے میں آفتاب کی طرح چمکتے رہے اور کوئی انہیں نہیں کہہ سکتا تھا کہ "آپ کی منطق کمزور ہے"۔ یہ متکلمین، چاہے ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں تھے۔ جیسے کہ "مومن طاق" اور "ہشام بن حکم" چاہے ائمہ علیہم السلام کے زمانے کے بعد "بنی نوبخت" اور "شیخ مفید" جیسے اور چاہے ان کے بعد والے زمانے میں مرحوم "علامہ حلی" جیسے بہت زیادہ تھے۔

ہم منطق و استدلال والے ہیں، آپ دیکھیں مکتبہ محمد وآل محمد کے بارے میں کیسی استدلالی محکم کتابیں لکھی گئیں ہیں! ہمارے زمانے میں مرحوم "عبدالحسین شرف الدین" کی کتابیں اور مرحوم "علامہ عبدالحسین امینی" کی "الغدیر" سرتا پا استدلالوں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ تشیع ہے یا وہ مطالب اور موضوعات کہ جن کے لئے نہ صرف استدلال نہیں ہے بلکہ خرافات سے بھرے ہیں "اشبہ شئی بالخرافۃ"! کیوں ان کو لاتے ہیں! یہ بہت بڑا خطرہ ہے جسکا خیال دین اور دینی معارف کے سرحدوں کی حفاظت کرنے والے علماء کو رکھنا ہے۔

البتہ: کچھ لوگ جب یہ باتیں سنیں گے، یقیناً ہمدردی سے ضرور کہیں گے "آج فلانی کو ان باتوں کو نہیں چھیڑنا تھا" نہیں: مجھے یہ کہنا چاہئے تھا۔ میں یہ باتیں ضرور کہتا رہوں گا۔ میری مسئولیت دوسروں سے زیادہ ہے۔ البتہ دیگر حضرات کو بھی ایسا کہنا چاہئے۔ آپ حضرات بھی ضرور کہیں۔ بزرگوار امام ایسے خط شکن تھے کہ جہاں کہیں بھی انحراف پاتے تھے، پوری قدرت کے ساتھ اور کسی لحاظ کے بغیر اسے بیان فرماتے تھے۔ اگر ایسی بدعت اور غلط کاری اس بزرگوار کے زمانے میں ہوتی یا اس حد تک پہنچی ہوتی، بے شک اسے بیان کرتے۔ البتہ جن لوگوں کا ان کاموں سے دل لگا تھا ان کو تکلیف ہوگی کہ کیوں فلانی نے ہماری پسندیدہ کام کو اس طرح بے دردی اور اس لہجہ کے ساتھ بیان کیا۔ وہ بھی اکثر مومن، سچے اور بے غرض لوگ ہیں؛ لیکن غلط کرتے ہیں۔

جو سب سے بڑی ذمہ داری روحانیین اور علماء حضرات پر ہر بخش میں اور ہر جگہ پر ضروری طور عائد ہوتی ہے وہی ہے جو کچھ عرض کیا گیا۔ عزای حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی مجلس، ایسی مجلس ہونی چاہئے جس سے معرفت حاصل ہو اور ان تین خوبیوں کا کہ جن کو عرض کیا گیا کے گھرنے کا مرکز ہونا چاہئے۔

امید کرتا ہوں کہ خداوند متعال آپ کو کامیاب رکھے تا کہ جو کچھ پروردگار کی رضایت کا سبب ہے اسے قدرت، شجاعت، تلاش و کوشش اور جہد مسلسل کے ساتھ بیان کریں اور انشاءاللہ اپنی ذمہ داری کو انجام تک پہنچائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ڈاکٹر اقبالؒ کی شاعری میں کربلا اور امام حسینؑ

نواسہ رسول امام حسین علیہ السلام کی لازوال قربانی اور کربلا کا حق و باطل کا معرکہ تاریخ انسانی کا وہ ناقابل فراموش واقعہ ہے جسے کوئی بھی صاحب شعور انسان نظرانداز نہیں کرسکتا بعض اہل علم کے مطابق شعر اور شاعر کا لفظ بھی شعور سے مشتق ہوا ہے لہذا جو جتنا باشعور ہوگا اس کے اشعار میں اتنی ہی گہرائی اور وسعت ہوگی شاعر مشرق علامہ اقبال بھی عصر حاضر کے وہ عظیم شاعر ہیں جن کی شاعری عقل و شعور اور بلندی افکار و تخیل سے مزین ہے لہذا یہ ناممکن ہے کہ علامہ اقبال جیسی حساس شخصیت واقعہ کربلا کو نظرانداز کرے۔

علامہ اقبال کی اردو اور فارسی شاعری میں امام حسین (ع) اور کربلا ایک ایسا استعارہ ہے جو ظلم و ستم کے خلاف استقامت اور اسلام کے حقیقی رہبر کی نشاندہی کرتا ہے۔ وہ کربلا اور امام عالی مقام کو حق و وحدت کا دبستان اور حق و باطل کا میزان قرار دیتے ہیں ان کی حق شناس آنکھ کربلا کے واقعہ کو ایک تاریخی واقعہ کے طور پر نہیں دیکھتی بلکہ وہ امام حسین (ع) کی صدا کے احتجاج اور ان کی لازوال قربانی کو اسلام کی بقا اور حیات قرار دیتے ہیں۔ ادارہ "ولایت ٹائمز" قارئین کی خدمت میں چند مقداری اشعار پیش کرتا ہے:

آپ بال جبرئیل میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

بعض اقبال شناسوں کے مطابق علامہ اقبال نے خدا کی رضا و اجازت کے بغیر ایک بھی لفظ زبان پر نہ لانے والے پیغمبر گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس معروف حدیث کی تشریح کی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا "حسین منی وانا من الحسین" (یعنی حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں)

اس حدیث کے سامنے آنے کے بعد بہت سے لوگوں نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ رسول خدا کی ذات سے امام حسین (ع) کا وجود تو ممکن ہے کیونکہ وہ آپ کے نواسے ہیں لیکن رسول خدا کا امام حسین سے ہونا کیا۔۔۔۔ رکھتا ہے۔ اس حدیث کی تفسیر میں آیا ہے کہ چونکہ رسول آخر زمان حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں اور اگر حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم کے ہاتھوں قربان ہو جاتے تو رسول اکرم کا وجود مبارک بھی نہ ہوتا۔ جب اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل کی قربانی کو ذبح عظیم کے بدلے ایک دنبے کی قربانی میں تبدیل کر دیا تو جس ذبح عظیم کا ذکر آیا وہ امام حسین کی قربانی ہے لہذا امام حسین نے حضرت اسماعیل کی جگہ پر اپنی قربانی پیش کی اور یوں حضرت اسماعیل قربانی ہونے سے محفوظ رہے اور آپ کی نسل رسول خدا تک پہنچی۔

علامہ اقبال ایک اور مقام پر اسی موضوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آں امام عاشقاں پور بتول
سرو آزادی ز بستان رسول
اللہ اللہ بای بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

اقبال ایک اور مقام پر امام حسین (ع) کو خطاب کر کے کہتے ہیں:

"سر ابراہیم و اسماعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود"

علامہ اقبال معرکہ کربلا کو حق و باطل کا ایک بے مثل واقعہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی"

گویا اقبال کی نظر میں امام حسین حق و صداقت کا وہ میزان ہیں جو ہر دور میں حق و باطل کی کسوٹی ہیں جیسا کہ تاریخ میں ملتا ہے کہ جب یزید نے مدینہ منورہ کے والی ولید اور مروان کے ذریعے امام حسین سے بیعت کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو حریت پسندی کے لیے ہمیشہ نصب العین بنا رہے گا آپ نے فرمایا تھا: "مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا"

علامہ اقبال نے اسی مفہوم کو ایک اور شعر میں یوں ادا کیا ہے

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آمد پدید

علامہ اقبال واقعہ کربلا کو اسلام کی بقا کا ضامن قرار دیتے ہیں اور بے ساختہ بول اٹھتے ہیں:

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

علامہ اقبال امام حسین کو ظلم و استبداد کے خلاف ایک مثالی کردار بنا کر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

بر زمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد
رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

علامہ اقبال واقعہ کربلا اور امام حسین کی شخصیت کو اسلامی اور انسانی بیداری کا لازوال کردار گردانتے ہیں "رموز بیخودی" میں کہتے ہیں:

عزم او چون کوہساران استوار
پایدار و تند سیر و کامگار

آگے چل کر مزید کہتے ہیں:

خون او تفسیر این اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

علامہ اقبال سید الشہداء کی ذات میں گم ہو کر کہہ اٹھتے ہیں:

ہر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنای لا الہ گردیدہ است

حکیم الامت علامہ اقبال جہاں واقعہ کربلا کے سیاسی اور انقلابی پہلو کو انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں وہاں کربلا کے لق و دق صحرا میں نواسہ رسول کی مظلومیت آپ کو بے تاب کر دیتی ہے۔ آپ غم واندوہ سے کہتے ہیں:

دشمنان چون ریگ صحرا لاتعد
دوستان او بہ یزدان ہم عدد

غم حسین میں اپنے گریے اور آہ و زاری کی طرف اشارے کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رونے والا ہوں شہید کربلا کے غم میں
کیا در مقصد نہ دیں گے ساقی کوثر مجھے

یہ محرم، مجالس عزاداری اور امام حسین علیہ السلام کی یاد کی نعمتوں کا ایک نمونہ ہے جو آپنے دیکھا، اسلئے علماء اور عوام کو ان نعمات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

عزاداری سے متعلق عوام کی ذمہ داریاں

عوام کا فائدہ اٹھانا: یہ ہوا کہ سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری کی مجالس کے ساتھ لو لگائیں اور ان کا انعقاد ہر سطح پر زیادہ سے زیادہ کیا کریں۔ لوگ خلوص کے ساتھ مجالس عزاداری سے بہرہ مند ہونے کی غرض سے شرکت کیا کریں، نہ کہ وقت بتانے کیلئے یا عامیانہ طریقے سے صرف ثواب اخروی حاصل کرنے کی غرض سے، بطور مسلم ان مجالس میں شرکت کرنے سے اخروی ثواب حاصل ہوتے ہیں، لیکن مجالس کیلئے کیوں ثواب ہیں، کس وجہ سے ہیں؟ یقیناً کسی وجہ سے ہیں، اگر وہ وجہ اس میں نہ ہو تو ثواب بھی نہیں ہوگا۔ کچھ لوگ اس نقطے کی طرف دھیان نہیں دیتے۔

سبھوں کو ان مجالس میں شرکت کرنی چاہئے، ان مجالس کی قدر و منزلت جاننی چاہئے، ان مجالس سے فائدہ اٹھائیں اور دل و جان سے ان مجالس کو اپنے اور حسین بن علی علیہ السلام، پیغمبر کے خاندان، اسلام اور قرآن کے روح کے ساتھ جوڑنے کا وسیلہ بنائیں۔ یہ ذمہ داری عوام کیلئے مخصوص ہے۔

عزاداری سے متعلق علماء کی ذمہ داریاں

اور اب علماء کی ذمہ داری کے بارے میں: یہ مسئلہ سخت تر ہے، چونکہ مجلس عزا کی روح یہ ہے کہ لوگ جمع ہو جائیں اور ایک عالم دین ان کے درمیان حاضر ہو کر مجلس عزا قائم کرے تاکہ باقی اس سے مستفید ہو جائیں۔ ایک عالم دین کو کس طرح مجلس عزا قائم کرنی چاہئے؟ میرا یہ سوال ان سبھوں سے ہے جو اس بارے میں احساس مسئولیت کرتے ہیں۔ میرے عقیدے کے مطابق مجلس حسینی کی تین 3 خوبیاں ہونی چاہئے۔

1۔ مجالس حسینی سے اہل بیت علیہم السلام کے نسبت دلی لگاو پیدا ہونا چاہئے۔ کیونکہ دلی لگاو ایک انمول ذریعہ ہے۔ آپ علماء دین کو چاہئے ایسا سلیقہ اختیار کریں کہ جس سے مجلس میں شرکت کرنے والوں میں حسین بن علی علیہ السلام اور خاندان پیغمبر کے نسبت محبت بڑھنے کے ساتھ ساتھ، معرفت الٰہی میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ اگر خدانخواستہ آپ مذکورہ معنویت کے بجائے مجلس میں ایسی حالت پیدا کریں کہ سننے والا یا اس ماحول سے دور انسان دلی طور اہلبیت علیہم السلام کے نزدیک ہونے کے بجائے دوری اور بیزاری کا احساس کرے، ایسی مجلس نہ صرف اپنے سب سے بڑے فائدے سے محروم رہی بلکہ ایک اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ اب جبکہ آپ مجلس کے بانی یا مقرر ہیں، تدبر کریں کہ آپ ایسا کیا کچھ کر سکتے ہیں کہ جس سے لوگوں کے درمیان ان مجالس میں شرکت کرنے سے، حسین بن علی علیہم السلام اور اہل بیت پیغمبر علیہم افضل صلوٰۃ اللہ کے نسبت دن بدن معرفت و محبت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو سکے۔

2۔ مجالس حسینی میں واقعہ عاشورا کے بارے میں عوام کی معرفت زیادہ شفاف اور زیادہ روشن ہونی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم حسین بن علی علیہ السلام کی مجلس میں جائیں، ممبر پر بیٹھ کر تقریر کریں لیکن اس مجلس کے لوگ اس فکر میں ڈوبے ہوں کہ "ہم تو اس مجلس میں آئے، شرکت کی، گریہ زاری بھی کیا آخر کس لئے؟ یہ کیا بات تھی؟ آخر امام حسین علیہ السلام کیلئے کیوں رونا ہے، آخر کیوں امام حسین علیہ السلام کربلا گئے اور عاشورا کو وجود میں لایا؟" اسلئے ایک واعظ یا مقرر ہونے کی حیثیت سے آپ ایسے موضوعات کو زیر بحث لائیں کہ جن سے ایسے سوالات کیلئے جوابات حاصل ہوں۔ واقعہ عاشورا کے بنیادی عوامل و اسباب کے بارے میں لوگوں میں معرفت پیدا کرنی ہوگی۔

3۔ ان مجالس کی تیسری ضروری خاصیت لوگوں میں ایمان اور دینی معرفت میں اضافہ ہے۔ ان مجلسوں میں چاہئے دین سیاسی نکات عنوان کئے جائیں جن سے مخاطب اور سننے والوں میں ایمان اور معرفت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو سکے۔ یعنی واعظ اور خطیب ایک صحیح موعظہ، ایک صحیح حدیث، سبق آموز تاریخ کا کوئی حصہ، آیۂ قرآن کا صحیح تفسیر یا کسی ایک اسلامی عالم اور عظیم مفکر کی باتیں اپنے بیانات میں شامل کریں اور سننے والوں اور اس مجلس میں شرکت کرنے والوں تک پہنچائے۔ ایسا نہ ہو کہ جب ہم ممبر پر جائیں، تھوڑی بہت لفاظی کریں اور باتیں کریں اور اگر اس بیچ کوئی بات بھی کریں وہ ضعیف ہو، جس سے سننے والوں کے ایمان میں اضافہ ہونے کے برعکس سست اور کمزور ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو ہم ان مجلسوں میں مذکورہ فوائد اور مقاصد کو نہیں پہنچے۔

غیر معتبر واقعات بیان کرنے سے پرہیز:

مجھے نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ کبھی کبھار ایسا ہی کچھ دیکھنے کو ملتا ہے یعنی کبھی کوئی مجلس میں ایسی بات نقل کرتا ہے جو کہ عقلی اور نقلی استدلال کے اعتبار سے بھی سست ہیں اور سننے، سمجھنے، اور اہل منطق و استدلال کی ذہن کیلئے بھی تباہ کن ہیں۔

مثال کے طور پر ایک کتاب میں کوئی بات لکھنے والے نے لکھی ہے اور اسکو جھٹلانے یا صحیح ثابت کرنے کیلئے دلیل بھی نہیں ہے، ممکن ہے کہ سچ ہو، ممکن ہے کہ جھوٹ ہو، اگر آپ یہ نقل کریں گے گرچہ یہ مسلم نہیں ہے کہ خلاف واقع ہو، لیکن اسکے سننے سے، مستمعین میں پڑھے لکھے جوان یا روشن فکر یا انقلابی کے ذہن میں سوال اور مسئلہ پیدا ہو جائے۔ شک و شبہ پیدا ہو جائے، ان باتوں کو بیان نہیں کرنا چاہئے۔ اگر چہ اسکی سند بھی صحیح ہو، کیونکہ گمراہی اور انحراف کا سبب بنتی ہے نقل نہیں کرنا چاہئے؛ جبکہ بعض کتابوں میں مندرج اکثر ایسی باتوں کی کوئی سند بھی نہیں ہے۔

کوئی کسی کی بات کو کہ میں نے فلاں سفر میں فلاں جگہ پر تھا وہاں ایسا واقعہ رونما ہوا۔ کہنے والا کسی سند یا سند کے بغیر کہہ دیتا ہے، سننے والا اس پر یقین کرتا ہے اور کتاب میں اسکو تحریر کرتا ہے اور یہ کتاب میرے اور آپ تک پہنچ جاتی ہے۔ میں اور آپ کیوں اس بات کو جس کو ایک بڑے مجمع میں، ہوشیار اور بیدار اذہان کیلئے توجیہ نہیں کیا جا سکے بیان کریں! کیا جو کچھ بھی جہاں کہیں بھی لکھا جائے، انسان کو ضروری پڑھنا ہے اور دوسروں کیلئے بیان کرنا ہے۔

آج عام جوان۔ لڑکوں، لڑکیوں سے لے کر مرد اور خواتین، حتی غیر جوانوں کے اذہان کھلے ہیں۔ اگر کل، انقلاب سے پہلے صرف جوان پڑھے لکھے طبقے میں یہ خوبی پائی جاتی تھی، لیکن آج صرف انکے لئے مخصوص نہیں ہے۔ آج سبھی، مسائل کو بصیرت اور استبصار کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور جاننا چاہتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے کا اہم حصہ شک و شبہات میں گھیرا ہوا ہے، یعنی دشمن شکوک پیدا کرتا ہے۔ دشمن بھی نہیں، منکرین میری اور آپکی ذہن میں شک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

مہم یہ ہے کہ آپ ایسے مطالب بیان کریں جن سے یہ شبہات دور ہو جائیں، نہ کہ ان شبہات میں اضافہ ہو جائے۔ کچھ لوگ اس اہم مسؤلیت کی طرف توجہ کئے بغیر ممبر پر چڑھ جاتے ہیں، اور ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جس سے نہ صرف سننے والے کے ذہن سے، موجود الجھن دور ہوتی ہے بلکہ الجھنوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا کچھ ہوا، ہم نے ممبر پر ایسی بات کی کہ جس سے دس جوان حتی ایک جوان کے ذہن میں دین کے سلسلے میں کوئی الجھن پیدا ہو جائے اور بعد میں ہماری مجلس سے چلا جائے اور ہم بھی اسے نہیں جانتے ہوں، تو کس طرح اس کی اصلاح کی جائے؟ کیا اس کی تلافی ممکن ہے۔ بہت مشکل کام ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہر مجلس میں یہ تمام خوبیاں ہونی چاہئے اور ان تمام موضوعات پر بحث ہونی چاہئے؛ نہیں، آپ اگر ایک معتبر کتاب سے ایک صحیح حدیث نقل کریں اور اسکا ترجمہ کریں کافی ہے۔ کچھ واعظ و خطیب حضرات ایک حدیث کی اتنی شاخیں نکالتے ہیں کہ اسکا اصلی معنی ہی گم ہو جاتا ہے۔

اگر آپ اپنے سننے والے کیلئے ایک حدیث کا صحیح معنی بیان کریں گے ممکن ہے کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں اسکا عمدہ حصہ اسی میں ہو۔ اگر مصائب بیان کرنے کیلئے مرحوم محدث قمی کی کتاب نفس المہموم کو کھول کر پڑھا جائے سننے والوں کیلئے گریہ آور ہے۔ اور اس سے وہی جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ ہم کوئی ایسا کام کریں کہ جس سے عزاداری کی مجلس اپنے اصلی فلسفے سے دور رہ جائے۔

خرافات اور خونی ماتم سے پرہیز:

حقیقت میں مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ خدانخواستہ اس دور میں جو کہ ظہور اسلام، بروز اسلام، تجلی اسلام اور تجلی فکر اہلبیت علیہم الصلاۃ والسلام ہے اپنے وظیفے کو انجام نہ دے سکیں۔ کچھ کام ایسے ہیں کہ جس کے انجام دینے سے لوگ خدا اور دین کے نزدیک ہوتے ہیں، ان کاموں میں سے ایک یہی روایتی عزاداری ہے جو کہ لوگوں کو دین کے ساتھ جڑے رکھنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ جو امام فرماتے تھے" روایتی عزاداری کیا کریں" اسی سے جڑنے کے لئے کہتے تھے۔ عزاداری کی مجلسوں میں بیٹھنا، مرثیہ پڑھنا، رونا، سر اور سینے کو پیٹنا، عزاداری کے جلوس نکالنا، یہ سب پیغمبر کے خاندان کے نسبت لوگوں کی محبت میں حرارت پیدا کرتا ہے اور بہت ہی اچھا اور مستحسن کام ہے۔ اس کے برعکس کچھ ایسے کام بھی ہیں کہ جنہیں انجام دینے سے کسی کو دین ہی سے بیزار رہتا ہے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے ان تین چار سالوں سے محرم میں عزاداری کے دوران کچھ غلط کام دیکھنے کو مل رہی ہیں کہ جنہیں غلط ہاتھوں کے ذریعے ہمارے معاشرے میں رائج کیا جاتا ہے۔ ایسا کام انجام دیا جاتا ہے جو کہ دیکھنے والے کیلئے سوال برانگیز ہے۔ مثال کے طور پر پرانے زمانے میں طبقہ عوام الناس میں معمول بن گیا تھا کہ عزاداری کے دنوں میں اپنے آپ کو تالا باندھتے تھے! البتہ جب بزرگوں اور علماء نے ایسا کرنے سے منع کیا یہ غلط رسم ختم ہو گئیں۔ لیکن اب اس رسم کو دوبارہ ترویج کرنا شروع کیا گیا ہے اور میں نے سنا کہ ملک کے مختلف حصوں میں کچھ لوگ اپنے بدن پر تالا چڑھاتے ہیں! یہ غلط کام ہے۔ کیوں کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں!

قمہ زنی بھی ایسا ہی ہے۔ قمہ زنی بھی خلاف کاموں میں سے ہے۔

> مجالس حسینی سے اہل بیت علیہم السلام کے نسبت دلی لگاو پیدا ہونا چاہئے۔ کیونکہ دلی لگاو ایک انمول ذریعہ ہے۔ آپ علماء دین کو چاہئے ایسا سلیقہ اختیار کریں کہ جس سے مجلس میں شرکت کرنے والوں میں حسین بن علی علیہ السلام اور خاندان پیغمبر کے نسبت محبت بڑھنے کے ساتھ ساتھ، معرفت الٰہی میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔

میں جانتا ہوں کہ کچھ لوگ ضرور کہیں گے کہ "فلانی کو قمہ زنی کا نام نہیں لینا چاہئے تھا"، ضرور کہیں گے کہ "آپکو قمہ زنی سے کیا مطلب تھا، کچھ لوگ کرتے ہیں کرنے دیجئے"۔ نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، ایسی غلط حرکت کے مقابلے میں خاموشی اختیار نہیں کی جا سکتی۔ جس طرح ان چار، پانچ سالوں سے جس طرح قمہ زنی کو رائج کیا جاتا ہے اگر امام (خمینی) رضوان اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں ایسا ہوتا وہ قطعاً اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔

یہ غلط ہے کہ کچھ لوگ ہاتھوں میں قمہ لے کے سروں پر دے ماریں، اپنے آپ کو لہولہان کریں۔ ایسا کرنے سے کیا ہوگا! یہ کیسی عزاداری ہے؟ جبکہ سر اور صورت پیٹنا ایک قسم کی عزاداری ہے۔ آپ نے یک بار خود مشاہدہ کیا ہوگا کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے وہ سر اور صورت پیٹتا ہے۔ یہ معمول کی عزاداری ہے۔ مگر آپ نے کہاں دیکھا کہ کوئی اپنے عزیز ترین عزیز کیلئے تلوار کو ہاتھ میں لے کر اپنے دماغ اور سر پر مارتا ہے خون بہاتا ہے! کہاں ایسا کرنا عزاداری ہے! روایتی قمہ زنی غلط ہے۔ یہ ان کاموں میں سے ہے جنکا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں خدا بھی اس کام سے راضی نہیں ہے۔ (جاری صفحہ 7 پر)

روایتی قمہ زنی نقلی ہے، یہ ان کاموں میں سے ہے جنکا دین سے کوئی تعلق نہیں

عزاداری سے متعلق عوام کی ذمہ داریاں

عزاداری سے متعلق علماء کی ذمہ داریاں

غیر معتبر واقعات بیان کرنے سے پرہیز

خرافات اور خونی ماتم سے پرہیز

مقام معظم رہبری کا سال 1992ء میں علماء کے بھاری اجتماع سے تاریخی خطبے کا اردو ترجمہ

از قلم حجۃ الاسلام عبدالحسین عبدالحسینی موسوی کشمیری

نیوزنور: یہ غلط ہے کہ کچھ لوگ ہاتھوں میں قمہ لے کے سروں پر دے ماریں، اپنے آپ کو لہولہان کریں۔ایسا کرنے سے کیا ہوگا؟ یہ کیسی عزاداری ہے؟ جبکہ سر اور صورت پیٹنا ایک قسم کی عزاداری ہے۔ آپ نے کئی بار خود مشاہدہ کیا ہوگا کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے وہ سر اور صورت پیٹتا ہے۔ یہ معمول کی عزاداری ہے۔ مگر آپ نے کہاں دیکھا کہ کوئی اپنے عزیز ترین عزیز کیلئے تلوار کو ہاتھ میں لے کر اپنے دماغ اور سر پر مارتا ہے خون بہاتا ہے! کہاں ایسا کرنا عزاداری ہے! روایتی قمہ زنی نقلی ہے۔ یہ ان کاموں میں سے ہے جنکا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں خدا بھی اس کام سے راضی نہیں ہے۔

محرم الحرام کے استقبال میں 28 ذی الحجہ 1414 ھجری بمطابق 1992ء کو ایران کے صوبہ کہگیلویہ و بویر احمد میں علمائے اعلام کے اجلاس میں مرجع عالیقدر ولی فقیہ حضرت امام خامنہ ای نے پہلی بار عزاداری امام حسین علیہ السلام میں موجود غیر ضروری عزاداری کے انداز کے حوالے سے علماء کی خاموشی کو توڑ کر معتدل انداز میں عزاداری کے نام پر کی جانے والی قمہ زنی (خونی ماتم) کو غیر اسلامی غیر ضروری قرار دیتے ہوئے اس سے پرہیز کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے عزاداری کے حوالے سے مطلوب ضوابط کی نشاندہی فرمائی۔

عالمی نیوزنور کے بانی اور چیف ایڈیٹر حجۃ الاسلام والمسلمین سید عبدالحسین عبدالحسینی نے ان ہی دنوں جون 1994 میں امام خامنہ ای کے پورے خطبے کا ترجمہ کیا تھا اور "ولایت ٹائمز" نے محرم الحرام کے پیش نظر "نیوزنور" سے اسے نقل کیا ہے۔

مسئلہ قمہ زنی کے حوالے سے امام خامنہ ای مدظلہ العالی کے تاریخی خطبے کا اردو ترجمہ:

بسم الله الرحمن الرحیم الحمدلله رب العالمین.
والصلاة والسلام علی سیدنا محمد وآله الطاهرین.

محرم کے حوالے سے دو باتیں ہیں ایک عاشورا کی تحریک کے بارے میں، اگرچہ امام حسین علیہ السلام کے قیام کے فلسفے کے بارے میں بہت زیادہ کہا اور لکھا جاتا ہے نہایت عمدہ باتیں اس سلسلے میں بیان ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں عمر بھر اس کی درخشاں حقیقت کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ جتنا بھی عاشورا اور امام حسین علیہ السلام کے قیام کے بارے میں غور کریں تو معلوم پڑھتا ہے کہ یہ معاملہ کئی اعتبار سے پرکشش اور کئی اعتبار سے تفکر کرنے اور بیان کرنے کے قابل ہے۔

محرم کے حوالے سے دوسری بات جو بحث کرنے کے قابل ہے اور اس بارے میں کم ہی گفتگو کی جاتی ہے وہ حسین بن علی علیہ السلام کی عزاداری، اور عاشورا کو زندہ رکھنے کی برکتیں ہیں۔ حقیقت میں اسلامی معاشرے میں شیعوں کا سب بڑا امتیاز اپنے دوسرے مسلمانوں پر یہ ہے کہ شیعہ معاشرے کے پاس عاشورا کی یاد ہے۔ جس دن سے حسین بن علی علیہ السلام کی مصیبت بیان کرنا ایک باب بن گیا، اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والوں اور ماننے والوں کے ذہنوں سے معنویت اور فیض کے چشموں نے پھوٹنا شروع کیا، یہ چشمے ابھی تک جاری و ساری ہیں اور آگے بھی جاری رہیں گے۔ جس کا راز عاشورا کی یاد ہے، عاشورا کو بیان کرنا صرف ایک واقعہ کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسے حادثے کو بیان کرنا ہے کہ جس کی طرف ابتداء میں بھی اشارہ کیا گیا کہ اس کے بے شمار اعتبارات ہیں۔ اسلئے یہ یاد حقیقت میں ایک ایسا عمل ہے جو کہ بے شمار برکات پر محیط ہوسکتا ہے۔

آپ توجہ فرمائیں کہ ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں رونا اور رلانا اپنی جگہ ایک مقام رکھتا ہے۔ کوئی خیال نہ کرے کہ فکر، استدلال اور منطق کے سامنے رونے کا کیا کام۔ اور یہ تو پرانی بات ہے! نہیں! ایسا سوچنا غلط ہے۔ جذبات کا اپنا مقام ہے۔ اور منطق و استدلال کا اپنا مقام ہے، ہر ایک کا انسان کی شخصیت میں اپنا کردار ہے۔ بہت سارے مسائل ایسے ہیں جو کہ محبت اور جذبات کے ساتھ حل کئے جاسکتے ہیں اور ان میں منطق اور استدلال کا عمل دخل نہیں ہے۔ اگر آپ انبیاء کی تحریکوں کو دیکھیں، تو آپ ملاحظہ کریں گے کہ جب پیغمبر مبعوث ہوتے تھے، پہلے جو انکے اردگرد جمع ہوتے تھے اس کا عامل منطق اور استدلال نہیں ہوتا۔ پہلا مرحلہ جذباتی اور احساساتی ہے، البتہ ہر سچے جذبے کے پیچھے ایک فلسفی برہان موجود ہوتا ہے۔

مگر بحث اس بات پر ہے کہ جب نبی اپنی دعوت شروع کرتا ہے وہ اپنا فلسفی استدلال بیان نہیں کرتا۔ بلکہ سچا احساس اور جذبہ بیان کرتا ہے۔ پہلے معاشرے میں جو ظلم جاری ہے، جو طبقاتی اختلاف موجود ہے لوگوں پر (انداداللہ) انسانوں اور انسان نما شیطانوں کی طرف جو دباؤ ہے انکی طرف معطوف کرتا ہے۔ یہ وہی جذبات اور احساسات ہیں، البتہ جب تحریک اپنی معقول اور عادی سطح پر پہنچ جاتی ہے تو استدلال اور منطق کی نوبت آجاتی ہے۔

عاشورا کا حادثہ، ذاتی طور ایک سچے جذبے کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ ایک عظیم انسان، جسکی نورانی، پاکیزہ اور ملکوتی شخصیت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، جن کے مقصد کے بارے میں منصفین عالم کا اتفاق ہے کہ وہ معاشرے کو ظلم و جور سے نجات دلانے کیلئے ہے، تعجب برانگیز حرکت شروع کردیتے ہیں، اپنی حرکت کا فلسفہ جور کا مقابلہ قرار دیتے ہیں، بحث مقدس ترین مقصد کے بارے میں ہے جو کہ منصفین عالم بھی قبول کرتے ہیں۔ اس قسم کی شخصیت ایسے مقصد کیلئے مشکل ترین جنگ برداشت کرتا ہے۔

مشکل ترین جنگ غریبی کی جنگ ہے، عام و خاص کی داد و تحسین اور ہیاہو کی فضا میں جنگ لڑنا مشکل نہیں ہے، جس طرح صدر اسلام میں حق و باطل کے سپاہیوں کی صفیں ایک دوسری کے مقابلے میں کھڑی ہیں اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا: کون تیار ہے میدان میں نکل کر دشمن کا فلان معروف جنگجو کا خاتمہ کرے، لشکر اسلام کا ایک جوان رضاکارانہ طور سامنے آتا ہے۔ پیغمبر نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے وداع کیا، مسلمانوں نے بھی اس کے حق میں دعا کی اور وہ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوکر جہاد کرتے کرتے مارا گیا۔ یہ بھی ایک قسم کا مرنا ہے اور جہاد ہے۔

دوسری قسم کی جہاد وہ جہاد ہے جس میں جب انسان میدان میں جاتا ہے، لوگ یا اسے جانتے نہیں، یا اسکے مخالف ہیں، یا اس سے آنکھیں چراتے ہیں، یا اسکے مقابلے میں آتے ہیں۔ جو کوئی دلی طور انہیں داد و تحسین دیتے ہیں ان کی تعداد کم ہے۔ ان میں جرأت نہیں ہے کہ زبانی داد و تحسین دے سکیں، حتی عبداللہ بن عباس، اور عبداللہ بن جعفر جیسے افراد جو کہ خود بھی اسی شجرہ طیبہ اور خاندان بنی ہاشم سے ہیں، جرأت نہیں کرتے کہ مکہ یا مدینہ میں بیٹھ کر فریاد بلند کرکے امام حسین علیہ السلام کے نسبت اپنی حمایت ظاہر کریں۔ ایسی جنگ غریبی کی جنگ ہے اور غریبی کی جنگ مشکل ترین جنگ ہے۔

سب انسان کے دشمن، سبھی انسان کے مخالف، امام حسین علیہ السلام کی جنگ میں حتی کچھ دوست بھی مخالف، کہ ان میں سے کسی ایک سے جب فرمایا: آؤ میری مدد کرو، اور اس نے اپنے بدلے میں اپنے گھوڑے کو حضرت کیلئے بھیجا اور کہا کہ میرے گھوڑے کو استعمال میں لائیں، کیا اس سے بھی بڑھ کر غریبی ہے، اس سے بھی بڑھ کر غربت کی جنگ ہے!

اس غریبی کی جنگ میں اپنے سب سے عزیز آنکھوں کے سامنے مارے جائیں، انکے اپنے اولاد، بھائی، بھتیجے، چچیرے بھائی، بنی ہاشم کے یہ پھول انکی آنکھوں کے سامنے مسل کر رکھ دیئے جائے، حتی چھ مہینے کا بچہ مارا جائے، ان تمام مصیبتوں سے بڑھ کر یہ معلوم ہوتا کہ جب ان کے جسم مطہر سے جان خارج ہوجائے گی، ان کی بے دفاع اور بے پناہ اہل و عیال پر حملہ کیا جائے گا۔ جانتے ہیں کہ بھوکے بھیڑیے ان کی چھوٹی، بڑی بیٹیوں پر حملہ کریں گے، ان کو ڈرا دھمکائیں گے، انکے مال و اسباب کو لوٹ لیں گے، غارت کریں گے، انکی اہانت کریں گے۔ جانتے ہیں کہ امیرالمومنین کی والا مقام بیٹی زینب کبری سلام اللہ علیہا جو کہ اسلام کی عظیم خاتون ہے ان کے ساتھ جسارت کی جائے گی۔ یہ سب جانتے ہیں اور اس پر اپنی، اپنے اہل و عیال کی تشنگی کے عالم کو بھی اضافہ کریں، چھوٹے چھوٹے بچے پیاسے، بچیاں پیاسی، بوڑھے پیاسے، حتی کہ شیر خوار بچہ بھی پیاسا، کیا آپ تصور کرسکتے ہیں کہ یہ جنگ کتنی مشکل جنگ ہے۔

ایک ایسا عظیم انسان، پاک و مطہر کہ جس کو دیکھنے کیلئے آسمان کے ملائکہ ایک دوسرے پر سبقت لیتے ہیں اور حسین بن علی کی زیارت کی تمنا کرتے ہیں تاکہ ان سے متبرک ہوسکیں، ایک ایسا انسان کہ جس کے مقام کی آرزو انبیاء و اولیا کرتے ہیں ایسے جنگ میں ان شدید ترین حالات میں شہادت پاتے ہیں، ایسی شخصیت کی شہادت، عظیم حادثہ ہے۔

کس انسان کا جذبہ اس حادثے سے جریحہ دار نہیں ہوسکتا! اس حادثے کو جاننے اور سمجھنے کے بعد کون اسکا عاشق نہیں بن سکتا؟ جبکہ کوئی کسی نعمت سے محروم ہے اس سے اس نعمت کے بارے میں سوال بھی نہیں ہوگا۔ لیکن جب کوئی کسی نعمت سے بہرہ مند ہے اس سے اسکے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت حسین بن علی علیہ السلام کی یاد ہے، یعنی مجالس عزاداری کی نعمت محرم کی نعمت، عاشورا کی نعمت، ہمارے شیعہ معاشرے کے لئے ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں غیر شیعہ بھائیوں نے اپنے آپ کو اس نعمت سے محروم رکھا ہے، جبکہ وہ بھی اس نعمت سے خود کو بہرہ مند کرسکتے ہیں اور امکانات بھی موجود ہیں۔

اب جبکہ محرم اور عاشورا اور امام حسین علیہ السلام کی یاد ہمارے درمیان رائج ہے اس یاد اور ان مجالس سے ہم کیا فائدہ حاصل کرسکتے ہیں اور اس نعمت کا شکرانہ کیا ہے؟ اسی موضوع میں پر گفتگو کرنا میرا مقصد ہے۔ یہ عظیم نعمت دلوں کو اسلامی ایمان کے منبع سے جوڑتی ہے۔ ایسا کام کرتی ہے جو کہ پوری تاریخ میں انجام دیا، ستمگر حاکم عاشورا سے ڈرتے ہیں، اور امام حسین علیہ السلام کی نورانی قبر سے خائف تھے۔ واقعہ عاشورا اور اسکے شہداء سے ڈرنے کا سلسلہ خلفای بنی امیہ سے شروع ہوا اور ہمارے زمانے تک جاری ہے اور آپ لوگوں (ایرانی عوام کی طرف اشارہ) نے اپنے انقلاب کے دوران خود اسکا نمونہ مشاہدہ کیا، اس منحوس (پہلوی) حکومت کی موجود گزارشوں میں سے اشارات بلکہ واضح طور ملتا ہے کہ محرم کے آنے کے ساتھ ان کے ہوش اڑ جاتے تھے۔ (جاری صفحہ 8 پر)

There is an enlightening tradition narrated from Imam al-Ḥusayn (ʿa) where he says[9]: 'Oh Lord!... my intention for governance is to manifest the signs of your religion to the people, and to reform the regions and cities, and to create security for your servants, and to act upon the obligatory actions and Sunnah (the way of life of the Prophet (ṣ))...'[10] From this tradition, we can understand that the Imam (ʿa) wished to establish an Islamic government but various factors prevented him from being successful in this regard.

Imam and the Implementation of Justice

In a letter to the people of Kufah, Imam al-Ḥusayn (ʿa) mentioned that one of his goals was the prevention of oppression and tyranny, and the implementation of justice. In this letter, the Imam (ʿa) mentioned the following: 'Allah will place the individual who does not care about the oppressive ruler and his edicts, which oppose the Sunnah and the prophetic way of life, in the same place as that oppressive ruler (i.e. they will both end up in the Hell Fire).'[11] In this letter, Imam al-Ḥusayn (ʿa) has explained that the essential nature of the message of the Prophet of Islam (ṣ) was one which strictly opposed oppression, tyranny, and injustice. After delineating the goals behind his revolt, the Imam (a) then invites everyone to participate and fight against the oppressors.

As followers of Islam, we have no option but to fight against the oppression which we see around us. We must help those who are being oppressed and save them from the evil of the oppressors and tyrants. The mourning ceremonies which we establish in the remembrance of Imam al-Ḥusayn (ʿa) are simply the prerequisites for such goals. After we have understood the message of Imam al-Ḥusayn (ʿa) and we have been awakened to its reality, then we must implement the essence of that message in our day to day lives.

The Revolution of Imam: The Place of Test and Trial

The revolt of Imam al-Ḥusayn (ʿa) was in reality a test for the Muslims of his era. It was a test for some Shias who had always considered themselves as being the true followers of the Imams (ʿa); they considered themselves as being individuals who would sacrifice themselves for their leaders. Similarly, it was a test for those companions of the Prophet (ṣ) who were still alive at that time; these companions had heard the Prophet (ṣ) praise Imam al-Ḥasan (ʿa) and Imam al-Ḥusayn (ʿa), and they had heard him describe their lofty characteristics and rank.

It was a test for those individuals who had missed out on the opportunity of fighting alongside the Prophet (ṣ) in the battles of Badr, ʿUḥud, and Khandaq. It was a test for those individuals who had missed out fighting alongside Imam ʿAlī (ʿa) against the Nākithīn, Qāsiṭīn, and the Māriqīn. The revolt of Imam al-Ḥusayn (ʿa) was a test for all of these individuals; it served as a means to demonstrate who among them were truthful in their wishes and would fight alongside their Imam (ʿa) and pass their test, and who among them would refrain and fail. As it turned out, only a very small group ended up joining the Imam (ʿa) and the many, who deemed themselves worthy, found themselves insufficiently prepared and they ended up failing.

Benefiting from Imam al-Ḥusayn (ʿa) God-given Rank of Intercession

When we examine the Ziyārat of ʿĀshūrā, we read the following[12]: O Allah, (please) grant me the intercession of Imam al-Ḥusayn (ʿa) on the Day of Coming (to You). This is a reference to the intercession of Imam al-Ḥusayn (ʿa) which will be given to a certain group of individuals. When we take a step back and examine the issue of the intercession of the Infallibles (ʿa), it is clear that this is not a green light through which people can go ahead and sin. It is rather a means of further restraining oneself from the sins. When we ask the Imams (ʿa) for their intercession, we develop a closer relationship with them and so we say to ourselves that we should be even more careful not to sin, lest this connection is weakened or disconnected completely. Therefore, intercession becomes a means of restraining ourselves from sins to an even greater degree and it becomes a means of attaining a higher rank in the next world.

A Final Word

We must utilize the mourning ceremonies held for Imam al-Ḥusayn (ʿa) as a means for spreading what is right and preventing what is false and evil. If we find that in spite of the mourning ceremonies, the right is being prevented and falsehood is being spread, then we have clearly not reached the goals which Imam al-Ḥusayn (ʿa) strove to establish. In our own time period, our society and the way our religion is being practiced are in need of reformation; there is a real need for people to enjoin the good and forbid the evil. If we neglect these two important religious precepts, then our society will be in serious danger, particularly the danger posed by the negative cultural onslaught of the West.

Similarly, the ones who claim to love and to follow the school of thought of Imam al-Ḥusayn (ʿa) can only make such a claim when they have engaged in a serious struggle against the corruptions which are present around them. They can only make such a claim when they have fought against these negative elements in their society and have made an honest effort in reformation. Without any doubt, if the mourners of Imam al-Ḥusayn (ʿa) make a logical and calculated decision together towards fighting the corruption which exists in their society, they will succeed in their goal.

Since the Yazīds and their followers still exist in our era, and they are active in spreading ignorance and confusion amongst the people (particularly focusing on those in the Muslim countries), we must do our best to awaken the Muslim Ummah to this reality. We must be even more aware of those who pretend to be the followers of Islam but work hand in hand with the main enemies of the Muslim Ummah. These people have sided with the enemies against the Muslim community, and we can see this reality in the lands of Palestine, Yemen, Bahrain, Iraq, Syria, etc... We must be aware of these individuals and the danger which they pose to us.

[1]. Futūḥ Ibn Aʿtham, vol. 5, p. 33.

[2]. Biḥār al-Anwār, vol. 44, p. 329; Maqtal Khawārizmī, vol. 1, p. 188.

[3]. «أشهد أنك قد أقمت الصلاة، وآتيت الزكاة، وأمرت بالمعروف، ونهيت عن المنكر» means that I give witness that you (Imam Ḥusayn (ʿa) established the prayer, gave the Zakāt, and enjoined the good and forbade the evil.

[4]. ادعوكم الى كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وآله فإن السنة قد أميتت وإن البدعة قد أحييت

[5]. Tārīkh al-Ṭabarī, vol. 3, p. 28; Biḥār al-Anwār, vol. 44, p. 340; ʿAyān al-Shīʿah, vol. 1, p. 59.

[6]. Imam ʿAlī (ʿa) in the twenty seventh sermon of the Nahj al-Balāghah has mentioned this issue.

[7]. The Ziyārat Arbaʿīn has only been mentioned in regards to Imam Ḥusayn (ʿa) and nothing can be found like it for the other Infallibles (ʿa). This visitation supplication has been narrated by the late Shaykh Ṭūsī. The beginning part of the tradition shows that we can visit the Imam (ʿa) from a distance and we do not necessarily have to be in the vicinity of his shrine.

[8]. وبذل مهجته فيك ليستنقذ عبادك من الجهالة، وحيرة الضلالة

[9]. ولكن لنرى المعالم من دينك، ونظهر الإصلاح في بلادك، ويأمن المظلومون من عبادك، ويعمل بفرائضك وسننك وأحكامك

[10]. Biḥār al-Anwār, vol. 100, p. 80

[11]. Biḥār al-Anwār, vol. 44, p. 382

[12]. اللهم ارزقني شفاعة الحسين يوم الورود

www.wilayattimes.com

Karbala and Kashmir

By

Syed Karar Hashmi

The present unrest in Kashmir is a serious and complex in nature and the need of an hour is to find a way forward to redress before any catastrophe prevail. To think always about one's defense is the proof of being alive and alert. A nation which does not think about its defense is not alive. We have never been nor we are the warmongers, but being vigilant and alive we are ready for our defense.

Suppose we are dealing with a powerful enemy who intends to violate our righted or to attack the territory of our lands, and suppose that we are at the moment too weak to defend ourselves and any effort on our part would entail a serious loss and no positive result could be gained now or in the future. In such a case it is obvious that we are unable to resist such a strong foe but, at the same time, we are obliged to strengthen our forces rather than losing our spirit and remaining inactive.

The Muharram shows us to strive against all imperial powers irrespective of Numerical strength taken into consideration. Imam Hussain (Pbuh) had shown by his acts as well as his various discourses during the seven days of Muharram at Karbala, that this conflict was much more universal in nature, and that he knew that he was going to live for ever through his martyrdom. While the plain of Karbala was transformed a deserted piece of barren land into a bustling town, of which, the central monument is Imam Hussain's glorious tomb. Millions of people visit the tomb in reverence, all the year round, day and night.

Imam Hussain's martyrdom is observed with solemn deference all over the world,every year during the first ten days of the month of Muharram, by his followers and lovers of humanity. Public gatherings are held, speeches are made in which the story of Karbala is retold in touching tones and prayers are made to the effect that may the almighty Allah grant the same courage and strength to his followers in their hour of trial as he did to Grandson of Holy Prophet (S) Imam Hussain (Pbuh). At the end of these gatherings, the audience stand up and pay homage to Hussain (Pbuh) and his companions. The main element of these commemorative practices is the message of Imam Hussain, which is also the message of the Prophet of Islam, which is Islam in its purest form are as under: Islam is a universal religion, a religion of human rights and commonsense. Islam upholds the basic right of every person to hold his/her own views.Islam stands for the poor, the downtrodden and the weak, Islam teaches us to side with the oppressed and fight against the oppressor.

Karbala is a message for all the oppressors of the world. Karbala represents and supports every oppressed nation whether it is Kashmir, Palestine,Burma, Bahrain, Iraq, Pakistan ,Yeman, Syria, and so on and demands Passion ,dedication, steadfastness and guidance from the divine leadership as a whole. If we put into practice the Hussaini (as) character in our lives , can easily differentiate between truth and falsehood, friend and foe,and results in the defeat and annihilation to Yazid of all the times. The present unrest in Kashmir valley is a result of several factors , the major factor is far away from the teachings of Karbala.

Kashmir movement is an indigenous movement and have a unique history of its resistance behind. The time demands unity, tolerance , brotherhood and an effective strategy with holistic perspective taken into consideration to push the mission forward to its logical end. We must oppose and condemn the ailments knowingly and unknowingly, trying to defame our resilstance movement by hoisting flags of ISIS,Al Qaeda, Taiban and and promoting ideological support to violence. We have a responsibility to collectively strive for the freedom till last movement. We need to read and promote the message of Karbala at the broader spectrum.

Author is Socia Activist and is studying at Jami-al-Mustafa (Saww) International University Qom Iran.

The Goals and Motivation of the Ashura Movement

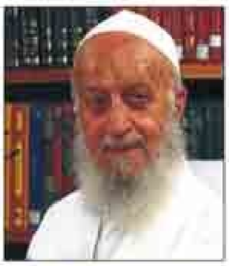

By Ayatullah al-Uzma Nasir Makarim Shirazi

One can only claim that they love Imam al-Ḥusayn (ʿa) and are among his true followers when they have reflected upon the various corruption and problems which exist during their own time period and they have done their best towards reforming these issues. Without any doubt, if the mourners of Imam al-Ḥusayn (ʿa) make a logical and calculated decision together towards fighting the corruption which exists in their society, they will be successful in reforming it.

The necessity of understanding the essential goals of the revolt of Imam al-Ḥusayn (ʿa) has brought us to look into the viewpoints of Grand Ayatollah Makârim Shīrāzī in regards to this issue. Furthermore, perhaps the best way through which we can understand the goals of this revolt is by reflecting on the words of Imam al-Ḥusayn (ʿa) himself during the course of his journey from Medina to Karbala. Additionally, his Ziyāratnāmeh (the supplication recited when visiting his shrine) also contains many valuable insights in this regard. In light of this, let us look at what Grand Ayatollah Makârim Shīrāzī has said about this issue through reference of the Imam (ʿa)'s words from these two valuable sources.

The Reformation of the Muslim Ummah through Enjoining the Good and Forbidding the Evil

In explaining this issue, the following is quite important: In a section of the epistle of Imam al-Ḥusayn (ʿa) to Muḥammad ibn Ḥanafīyah after the Imam (ʿa) refused to pledge allegiance to Yazīd, it has been mentioned that: '…I have risen up with the intention of reforming the Ummah of my grandfather'.[1] Therefore, the first goal of Imam al-Ḥusayn (ʿa) in the revolution of Karbala was the reformation of the Muslim Ummah. Reformation is essentially the opposite of spreading corruption; spreading corruption in turn means the perversion of the necessary order of a being, an individual, a family, or even a society or nation.

In line with this meaning, reformation is to take that perverted order of being and returning it to its original and balanced state. It is possible for a nation to become corrupted in regards to their state of economics, morals, beliefs, culture, or even emotions. The reformation of this corrupted state is the removal of each of the root elements which are causing this state and returning that nation to its state of original balance and health.

From this perspective, Imam al-Ḥusayn (ʿa) wished to reform the corrupted state of being which had come about during the long years of Umayyad rule (under the rule of Muʿāwīyah and Yazīd). Things had reached a critical mass and so Imam al-Ḥusayn (ʿa) refused to pledge allegiance to Yazīd and he revolted in order to reform the state of the Muslim community. This was a reformation which would return the state of the Muslims to what it had been under the guidance and leadership of the Prophet (ṣ). This would reform both the individual state of the Muslims, as well as the general society overall. Due to this reason, Imam al-Ḥusayn (ʿa) said to Muḥammad ibn Ḥanafīyah in his epistle that: 'My intention in rising up is to enjoin the good and forbid the evil.'[2] This same noble goal is expressed in the various visitation supplications related to Imam al-Ḥusayn (ʿa), such as the Ziyārat al-Wārith.[3]

Reviving the Prophetic Way of Life

Another philosophy behind the revolution of Karbala was to revive the prophetic way of life. Imam al-Ḥusayn (ʿa) has said in regards to this issue that [4] : 'I invite you to the Book of Allah and to the prophetic way of life, for the way of life of the Prophet of Allah (ṣ) has been passed into oblivion, while the innovations in religion have become the norm.'[5] In essence, this tradition is explaining that Muʿāwīyah had created many negative innovations in religion by means of which he had passed the true prophetic tradition into oblivion.

Similarly, the value system of the Muslims had been altered as well. It had previously been based on piety and religion, but now, it was based on worldly issues such as wealth and tribal status. The Arabs had been made superior to the non-Arabs under the Umayyad rule, while various other groups within the Arabs had arbitrarily been raised over others. All of these un-Islamic elements which had been normalized by the Umayyad rulers compelled Imam al-Ḥusayn (ʿa) to revolt in order that he could reform the state of the Muslims, allowing it to return to a state of justice and healthy balance.

The Revival of the Truth and the Elimination of Falsehood

According to history texts, Muʿāwīyah would send various armed groups from Syria to Iraq (the center of Imam ʿAlī (ʿa)'s rule), where they would attack the people who lived on the bor-der towns, loot their wealth, and then return to Syria. This was done as a political ploy in order to make Imam ʿAlī (ʿa) seem weak in his rule and make the people lose hope in him. If the security of these border areas could be taken away, then they hoped that the influence of Imam ʿAlī (ʿa) over the people would be greatly weakened.[6]

Moreover, Muʿāwīyah also attempted to utilize the killing of ʿUthmān in the political arena and he used this against Imam ʿAlī (ʿa). Yet, the pinnacle of Muawiyah's deviation and corrupt nature was demonstrated in his appointment of Yazid as his successor and the next ruler of the Muslimds. Yazīd was an immature individual addicted to various sins, such as drinking, fornication, and the murder of the innocent. He was so corrupt that he did not bother to conceal his corruption; he manifested it openly for all to see.

This level of corruption was unprecedented amongst the Muslim rulers and Yazīd wasted no time in attempting to pervert the religion itself from a root level. He began to destroy the truth and establish falsehood; this was in reality his primary legacy of rule. From this perspective, Imam al-Ḥusayn (ʿa) had no choice but to rise up to save the religion of Islam, for it was the very truth which had been established by the Prophet (ṣ), and it was now in danger. Imam al-Ḥusayn (ʿa) rose up in order to destroy this falsehood and uphold the banner of the truth amongst the Muslim Ummah. He was willing to pay any price for this sacred cause.

Fighting against Ignorance

Another one of the goals of Imam al-Ḥusayn (ʿa)'s revolution is found in the Ziyārat Arbaʿīn[7] where it states [8]: "Imam al-Ḥusayn sacrificed everything in Your [i.e. Allah's] way in order that Your servants can be saved from their ignorance, foolishness, and confusion". Imam al-Ḥusayn (ʿa) rose up in order to fight against ignorance and save the people from deviation and misguidance. During the period of the Umayyad rule, the Muslims were steeped in ignorance and they had not bothered to realize that the Umayyads were not the rightful successors of the Prophet (ṣ) and his religion.

They were content to just let things be and assume that the Umayyads were the rightful successors of the Prophet (ṣ). This was particularly true during the rule of Muʿāwīyah and Yazīd. In a talk from Imam al-Ḥusayn (ʿa) to Marwān ibn Ḥakam, the Imam (ʿa) refered to the famus tradition of the holy prophet who said: 'The caliphate is unlawful (Ḥarām) for the children of Abū Sufyān, and if you see Muʿāwīyah sitting upon my pulpit one day, then you should kill him.'

So, the Muslims were led astray but they themselves were also guilty with regard to what happened to them because they saw Muʿāwīyah sitting up on the pulpit of the Prophet (s) but they did not kill him as they had been ordered to do; as a result, Allah (swt) punished them with the rule of Yazīd, a man of great corruption and evil. In such an environment, Imam al-Ḥusayn (ʿa) rose up in order to awaken the Muslims. Unfortunately, the Muslims were in such a deep state of ignorance and unawareness that it would take nothing less than the blood and martyrdom of the Imam (ʿa) and his loyal companions in order to awaken them and save the religion from complete destruction.

The Establishment of a true Islamic Government as the Rejection of Secular Islam

One of the most important goals of the Imam al-Ḥusayn (ʿa)'s revolution was the establishment of an Islamic government. Those who believe in the separation of religion and politics have neither understood the proper meaning of politics, nor have they understood the proper meaning of religion. When we look back in history during the time when the Prophet (ṣ) first immigrated to Medina and he finally became free of the enemies of Islam who threatened him in Mecca, his first move was to establish an Islamic government. He did this in order to be able to implement the various aspects of Islam throughout the society.

There is an enlightening tradition narrated from Imam al-Ḥusayn (ʿa) where he says[9]: 'Oh Lord!…

contd.to P10

Printer,Publisher & Owner:Waseem Raja;Editor in Chief:Waseem Raja;Asst.Editor:M.Afzal Bhat;R.N.I No:JKBIL/2015/63427
Published From:Maisuma Bazar,Gaw Kadal Srinagar Kashmir 190001 (J&K);Printed at:Kashmir Images Printing and Publishing House Srinagar
Contact:+91-8494001884;Email:editorwilayattimes.com;Website:www.wilayattimes.com

Srinagar
Weekly
WILAYAT TIMES

Vol:02 | Issue:42 | Pages:12 | 11th October to 18th October 2016

Karbala:A Center of Justice,Unity & Truth

"My faith is that the progress of Islam does not depend on the use of sword by its believers, but the result of the supreme sacrifice of Imam Hussein." ***Mahatma Ghandi***

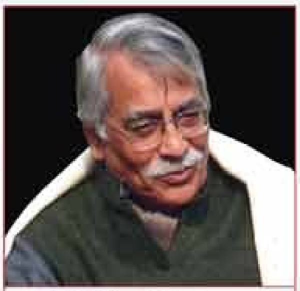

Rajiv Vohra

Following each turmoil Kashmir stands on the threshold of an unexpected transition. When Kashmiri mind seem to be settling down in relative calm, reasonableness and peace following turmoil and accompanying human suffering, a fresh one, more intense, visits them. Past three months have been unprecedented to say the least. On the occasion of Moharram one's head bows in all humility and owe remembering the example set by Grandson of Prophet of Islam,Imam Hussain. It is upon the believers to believe or not. To 'believe' essentially means 'to follow' the teachings of the great Lights of Humanity who have shown the path of Truth, of Allah by their own personal example. Humanity has held as heroes those who have raised their voice and fought against oppression and injustice; but humanity everywhere, whatever their faith and religion have worshiped those who have fought against injustice through inviting self-suffering and being compassionate therefore. Struggle or fight for justice through self-suffering is a fight through the superior, rather supreme force , Gandhi called 'soul-force' which he made Indians of all faith rediscover it . The power of the means of nonviolence and its various methods including satyagraha not only overthrew the mightiest empire known in human history, but transformed them and showed the world a moral 'weapon' in humanities struggle for justice. Therefore it is worth remembering and contemplating on this pious occasion and at a time when violence, from without and from within, has made Kashmir bleed, what Mahatma Gndhi said during India's own struggle against the British about Imam Hussain:

"My admiration for the noble sacrifice of Imam Hussein as a martyr abounds, because he accepted death and the torture of thirst for himself, for his sons, and for his whole family, but did not submit to unjust authorities." "I learnt from Hussain how to achieve victory while being oppressed."

"My faith is that the progress of Islam does not depend on the use of sword by its believers, but the result of the supreme sacrifice of Imam Hussein."

"If India wants to be a successful country, it must follow in the footsteps of Imam Hussain.

"If I had an army like the 72 soldiers of Hussain, I would have won freedom for India in 24 hours."

Through Karbala's battle God gave world a Teacher and leader, who taught us that justice is not in settling of scores, but justice as a higher Law of unity between the deeds and aspirations of man and the wish of Allah resides in self-suffering by the seeker of justice, when it is in the cause of neutralizing the oppressor as an 'oppressor' and the oppression rather than taking over the place of the oppressor and, by that logic, become one.

I pray, I beseech, the people of Kashmir and Palestine to learn from the example of Imam Hussain, whom we follow, make him relevant for the present instead of showing irrelevance of the teachings of such God-sent great souls through our deeds and actions.

(Author is the Writer,peace activist and chairman Swaraj Peeth Trust;A Guardian center for non voilence in India)